براءة علماء الامة

من تزكية

أهل البدعة والمذمة

جمع وترتیب:

عصام بن عبداللہ السنانی

مراجعہ:

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

عرض مترجم

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ،

حمد وثناء کے بعد:

جھوٹ، تلبیس اور پروپیگنڈے کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی ہے مگر اخوانیوں کے یہاں اسکی کوئی حد نہیں ہے، یہ اپنے مخالفین کو بدنام کرنے اور انہیں باطل ٹھہرانے کیلیئے جائز ناجائز ہر وسیلہ استعمال کرتے ہیں۔

باوجودیکہ اب سب پر یہ عیاں ہو چکا ہے کہ اخوانیوں کے روحانی مرشد پیر مغاں سید قطب کی کیا حقیقت ہے، ان کے کیا نظریات تھے اور کن منحرف افکار کے حامل تھے اور کس پاداش میں انہیں پھانسی پر چڑھایا گیا، اور اپنے پیچھے کتنے منحرف بندوں کو چھوڑ گئے جس کی سزا امت بھگت رہی ہے۔

یہی وجہ ہے علمائے امت نے انکے باطل اور تخریبی افکار سے آگاہ کیا اور لوگوں کو بالخصوص نوجوانان امت کو انکی کتابوں سے دور رہنے کی تلقین کی جن میں دیگر کبار علماء کے ساتھ خود شیخ ابن باز رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

شروع میں اخوانیوں نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے سامنے آپ نے مرشد دید قطب کا اچھا تعارف کرا کے آپ دے تزکیہ کرا لیا اور شیخ کی یہ عادت تھی کہ جب معتبر لوگ آپ کے سامنے کسی کے خدمات کو گنا کر اسکے بارے میں بتاتے تو آپ اس کا تزکیہ کر دیتے تھے۔ یہی کچھ سید قطب کے ساتھ ہوا تھا، لیکن جب بعض غیور سلفی داعیان دین نے دیکھا کہ شیخ سے سید قطب کی

جھوٹی تعریف کر کے پہلے تزکیہ حاصل کیا پھر اس کا یہ غلط استعمال بھی کر رہے ہیں تو یہ حضرات شیخ کے پاس جا کر سید قطب نے منحرف افکار سے آگاہ کیا اور انکی کتابوں سے عبارتوں کو پڑھ پڑھ کر سنایا اور ساتھ میں شیخ احمد نجمی رحمہ اللہ اور شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ کی کتابیں بھی دکھائیں تو شیخ نے بڑا تعجب کیا اور سید قطب کے بارے میں کہا کہ پھر تو وہ ایک مسکین اور ضائع بندہ تھا اسکی کتابیں پھاڑ کر پھینک دینی چاہیئے، شیخ ربیع نے جو کچھ لکھا ہے بہت اچھا کیا، انکی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

لیکن پھر بھی سید قطب کے دیوانوں نے تلبیس کاری کرتے ہوئے شیخ کے قدیم قول کو بنیاد بنا کر شیخ کی وفات کے دسیوں سال بعد سید قطب کی فضیلت میں"**تحفۃ الاخوان**" نامی کتاب شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نام پر شائع کر دیا، جسکے جواب میں ایک سلفی غیور عالم دین شیخ عصام بن عبد اللہ السنانی نے" براءۃ علماء الامۃ من تزکیۃ أھل البدعۃ" کے نام سے انکی تلبیس کاری کا جواب دیا، جس میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے وضاحتی بیان کے ساتھ دیگر علمائے امت کے بھی اقوال نقل کر دیئے ہیں، بطور خاص درج ذیل تین علمائے کرام کے جنہوں نے خصوصی طور پر اخوان المسلمون تنظیم اور سید قطب پر خانہ فرسائی کی ہے: شیخ احمد نجمی رحمہ اللہ شیخ عبد اللہ الدویش رحمہ اللہ اور شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ۔

چنانچہ آپ انکی تلبیس کاری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر آپ کو ان گمراہیوں کی حقیقت کا ادراک ہو جائے اور یہ کہ اسکے تخریبی نتائج کس طرح امت پر ظاہر ہو رہے ہیں اور انہیں تخریبی اور منحرف افکار کی وجہ سے اس وقت امت پر ساری مصیبت آئی ہوئی ہے تو میں

یقین سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اس پر بہت بہت آنسو بہائیں گے۔اور یہ یقین کر لیں گے کہ اس وقت ایک بڑی زمہ داری اور واجب سید قطب کے افکار کا دراسہ کرنا اور ان خطرات سے نوجوانوں کو بچانا بھی ہے۔

اور ہمیں اس بات کا بھی ادراک ہونا چاہئے کہ اس وقت اہل بدعت اور نفس پرستوں کی طرف سے ہمارے سلفی نوجوانوں کو شکار کرنے کیلیئے تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے اور اس میدان میں سلفی منہج کو بچانے کیلیئے جو بھی محنت کر رہے ہیں انہیں ناکام بنانے پر پورا زور صرف کر رہے ہیں۔

انکے فریبی اور مکارانہ اسالیب میں سے ایک یہ اسلوب یہ بھی ہیکہ یہ علمائے امت کی خاموشی کو بھی جاہل عوام اور بھولے نوجوانوں کے سامنے حجت بناتے ہیں کہ اگر فلاں شخص گمراہ ہوتا تو فلاں فلاں عالم اس پر ضرور کلام کرتے۔اسکی گمراہی پر یہ علماء خاموش نہیں رہتے۔

اسی طرح انکے خبیث اسالیب میں سے ایک یہ بھی ہیکہ یہ اپنے گمراہ ائمہ اور مرشدوں کے حق میں معتبر علماء سے کسی طرح تزکیہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر اسی کی بنیاد پر عوام کو اور نوجوانوں کو بیوقوف بناتے ہیں کہ دیکھیں فلاں عالم نے ہمارے عالم کا تزکیہ کیا ہے، اگر گمراہ ہوتے تو وہ تزکیہ نہیں کر سکتے تھے۔

یہ اپنے انہیں دونوں مکارانہ اسالیب کے ذریعے اپنے گمراہ داعیوں اور مرشدوں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کی غلطیوں کو واضح کرنے والوں کی کوششوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلئے ہم ابھی پر واجب ہیکہ ہم بطور خاص انہیں دونوں اسالیب کو توڑنے کی کوشش کریں تو کافی

حدتک انکی گمراہیوں سے ہمارے بچے محفوظ رہیں گے۔

میں کمزور اور عمر دراز ہو چکا ہوں مگر میری خواہش ہیکہ نوجوانان امت کو از شخص کی فکری اور عقدی انحراف اور غلطیوں سے محفوظ کیا جائے، اسی میں امت کیلئے بھلائی اور خیر ہے۔ اللہ تعالی ہمارے علماء اور نوجوانوں کو اس کی توفیق بخشے اور ان فریبیوں اور عقیدہ ومنہج پر ڈاکہ ڈالنے والوں سے محفوظ رکھے۔

دعاء کرتا ہوں کہ اللہ رب العالمین اس عمدہ کتاب کو نفع بخش بنائے، اور اس مقصد کو پورا کرے جس کے لئے ہر مصلح اور مخلص مصنف کوشاں رہتا ہے، انہیں میں سے اس کتاب کے مصنف بھی ہیں، اللہ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور توفیق دے کہ آپ کا بھی شمار ان مجاہدوں میں ہو جو حکمت وموعظت کے ساتھ کتاب وسنت کی طرف دعوت دیتے ہیں، ان ربی لسمیع الدعاء۔

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

امابعد:

یہ دراصل ایک نصیحت ہے جس میں دورحاضر کے اہل سنت والجماعہ میں ایک جلیل القدر عالم کی نصرت اور تائید مقصود ہے، اور وہ دورحاضر کے شیخ الاسلام ابن عبداللہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ہیں، کیوں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی وفات کے بعد ہمارے ہی ملک مملکت سعودی عرب کے اندر کچھ لوگ آپ پر کلام کررہے ہیں، یہاں تک کہ مساجد کے اندر خطبوں اور وعظ ونصیحت میں بھی جبکہ یہی لوگ سید قطب کی تعریف کررہے ہیں جن کی کتابیں منہج سلف کی مخالفت سے بھری پڑی ہیں۔

چنانچہ انہیں لوگوں نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ پر" المتاز فی مناقب ابن باز" نام کی ایک کتاب لکھی ہے جس کے ص ۵۰ پر یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ:

شیخ ابن باز کے مواقف میں سے ایک عظیم موقف" داعی اسلام استاذ سید قطب" کے مسئلے پر بھی تھا کہ جب اس عظیم اور بے مثال عبقری امام مظلومانہ طور پر قتل کردیا گیا، تو شیخ اس وقت

بہت زیادہ غضبناک ہوئے تھے اوراسی طرح اس وقت سید قطب کے قتل پر پورے عالم اسلام پر لرزہ طاری ہوگیا تھا، اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب سید قطب کو پھانسی دینے کیلئے لایا گیا تو وہ مسکرارہے تھے،اس وقت ایک شاعر نے کہا:

یا شہیدا رفع اللہ بہ　　　　جبھۃ الحق علی طول المدی

ترجمہ: اللہ اس شہید کے ذریعے حق کی پیشانی کو ہمیشہ کیلئے بلند رکھے۔

اور مجھے معلوم ہے جب میں بچپن میں تھا اس وقت کیسے عالم اسلام پرلرزہ طاری ہوگیا تھا اور عالمی ریڈیو سے اس بہادر مجاہد کی شہادت کا اعلان ہوا تھا جو فی ظلال القرآن کا مولف ہے جسے آپ سب جانتے ہیں، اللہ اسے معاف کرے اور ہمیں بھی اس کے ساتھ جنت میں جگہ دے۔انتہی۔

کچھ لوگوں نے اس ادیب کو علمائے اسلام میں شمار کیا ہے جبکہ ان لوگوں نے اس پہلو میں دووجہوں نے غلطی کی ہے:

پہلی وجہ:

ان لوگوں نے اس انسان کا ذکر مدحیہ سیاق کی کیا ہے جبکہ اہل سنت والجماعہ کے نزدیک اس سے ایسے شخص کی گمراہیوں اور غلطیوں کی تشہیر لازم آتی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ کیا تم فاجر کا ذکر نہیں کرو گے؟ اسکے فسق وفجور کو بیان کروتا کہ لوگ اس سے بچیں۔

یہی وجہ ہیکہ علانیہ طور پر بدعات اور فجور کرنے والے کی کوئی غیبت نہیں ہے۔کیونکہ جب اس نے علانیہ طور پر ایسا کر دیا تو اب مسلمانوں کو اسے سزا دینا جائز ہوگیا اور سب سے ہلکی سزا اسکی

مذمت کرنا ہے، تاکہ وہ خود ایسی حرکتوں سے باز آئے اور لوگ بھی اس سے دور رہیں، اور اگر اسکی خرابیوں کو اسکے فسق و فجور کو، اسکے معاصی اور بدعات کو ایکسپوز نہ کیا جائے تو لوگ اسکے دھوکے میں آجائیں گے، بلکہ بسا اوقات اسی کو حجت بنا کر دوسرے بھی اسی غلطی میں واقع ہو جائیں گے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۵/ ۲۸۶)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے زمانے میں کرابیسی نام کا ایک شخص تھا جس نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ اگر تم کہتے ہو کہ حسن بن صالح خوارج کی رائے رکھتے تھے، تو فلاں نے گویا خروج کیا۔ جب امام احمد کے سامنے اسے پڑھا گیا جبکہ آپ کو نہیں معلوم کہ یہ کس نے لکھا ہے، آپ نے کہا کہ یہ قابل احتجاج نہیں ہے، اس سے آگاہ رہو۔ (شرح علل الترمذی: ۲/ ۸۰۷)۔

بعد میں جب کرابیسی کی گمراہی واضح ہوگئی اور وہ بھی خلق قرآن کے فتنے میں مبتلا ہوگیا اور کہنے لگا کہ قرآن کا میرا پڑھنا مخلوق ہے، تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ ساری مصیبتیں اور آزمائشیں انہیں کتابوں سے آئی ہیں، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں اور آپ کے صحابہ کے آثار کو ترک کر کے ان کتابوں پر پل پڑے۔ (تاریخ بغداد: ۸/ ۶۶)۔

اسکے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں ارض موصل سے آیا ہوں جہاں پر جہمیہ کی اکثریت ہے، اہل سنت بہت کم ہیں، وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، البتہ اس وقت کرابیسی کا مسئلے نے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے، اس پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کرابیسی سے دور رہو، اس سے بالکل بات نہ کرو۔ یہ بات آپ نے چار یا پانچ بار کہی۔ (تاریخ بغداد: ۸/ ۶۵)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات اہل سنت والجماعہ کے امام نے کہی ہے اور اہل بدعت کے ساتھ اہل سنت والجماعہ کا یہی منہج ہے، جیسا کہ امام ابو حاتم رازی اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہیں اور اسی سیاق میں کہتے ہیں کہ جو تلبیس کار اور فریبی ہیں، ملمع ساز اور کذاب ہیں ان کی رائے سے دور رہیں، کرابیسی کی کتابوں کو نہ پڑھیں اور جو اسکا دفاع کرے اس سے الگ رہیں، جیسے کہ داود اصفہانی اور اس جیسے اسکے پیروکار۔ (اصول اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی: ۱/ ۱۸۰)۔

* جہاں تک حسن بن صالح بن حی کا تعلق ہے کہ جن سے کرابیسی نے حجت پکڑی ہے اور اپنے مذہب کو مضبوط کیا ہے، انہیں حسن کے بارے میں علامہ ذہبی نے کہا کہ وہ ائمہ اسلام میں سے تھے اگر بدعت میں یہ پڑتے۔ حسن بن صالح دراصل اپنے زمانے کے ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کے قائل تھے، لیکن انہوں نے کبھی خود خروج اور قتال نہیں کیا تھا، اسی طرح وہ فاسق امام کے پیچھے نماز کے بھی قائل نہیں تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۷/ ۳۶۱)

* علی عشماوی جو کہ تنظیم خاص کے رکن اور اخوانی تنظیم کے ایک اہم سربراہ سمجھے جاتے ہیں، بلکہ سید قطب کو اپنا استاذ مانتے تھے یہ اپنی کتاب (التاریخ السری لجماعۃ الاخوان المسلمین، ص ۱۱۲) میں لکھتے ہیں:

میں سید قطب کے پاس بیٹھا تھا، جمعہ کا وقت تھا، کہا کہ چلیں جمعہ پڑھنے، تو جانے سے انکار کر دیا، اس وقت مجھے یقین ہوا کہ آپ جمعہ نہیں پڑھتے ہیں کیونکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ جب تک

خلافت قائم نہیں ہوتی جمعہ نہیں ہے۔

* ذیل میں حسن بن صالح کے تعلق سے علمائے سلف کے کچھ اقوال نقل کر رہا ہوں:

-سفیان ثوری کے پاس حسن بن صالح کا ذکر آیا تو آپ نے کہا کہ یہ وہ بندہ تھا جو امت محمدیہ پر تلوار اٹھانے کا قائل تھا، علم وفقہ ہونے کے باوجود یہ شخص جمعہ پڑھنے کا قائل نہیں تھا اسی لئے جمعہ ترک کر دیتا تھا۔

ایک بار سفیان ثوری نے مسجد میں حسن بن صالح کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ ہم نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پھر اپنا جوتا لیکر دوسرے ستون کے پاس چلے گئے۔

- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم اسکے مذہب سے راضی نہیں ہیں، بلکہ سفیان ثوری ہمارے نزدیک اسکے مقابلے زیادہ محبوب ہیں، یہ حسن بن صالح جمعہ کا قائل نہیں تھا اسی طرح وہ تلوار اٹھانے کا قائل تھا، لوگ اسکے ورع اور سکوت کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے۔

- حافظ عبد اللہ بن ادریس کے پاس جب حسن بن صالح کا ذکر آیا کہ وہ تلاوت قرآن کے وقت بیہوش ہو جاتا ہے تو آپ نے کہا کہ سفیان ثوری کی مسکراہٹ میرے نزدیک حسن بن صالح کی بیہوشی سے زیادہ محبوب ہے۔

- احمد بن یونس جنہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام کہا ہے نے کہا کہ حسن بن صالح اگر پیدا نہ ہوتا تو اسکے لئے بہتر ہوتا؛ وہ جمعہ ترک کرتا تھا اور تلوار اٹھانے کا قائل تھا۔

-مشہور محدث زائدہ بن قدامہ نے کہا کہ حسن بن صالح بن حی زمانے سے سخت ہے، اس سے زیادہ متصلب اور سخت میں نے کسی کو نہیں پایا۔

کہتے ہیں کہ زائدہ مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو ابن حی اور اسکے ساتھیوں سے آگاہ کرتے اور جو ابن حی کے پاس جاتا تو اس سے توبہ کراتے تھے۔

-محمد بن مثنی نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں سنا کہ یحی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مہدی نے حسن بن صالح سے کچھ روایت کیا ہو۔

حافظ الفلاس کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی حسن بن صالح کی ایک روایت کا ذکر کیا تو آپ نے اسے میرے واسطے روایت کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ اس سے پہلے حسن بن صالح کی تین روایتیں روایت کرتے تھے پھر انہیں ترک کر دیا، اور یحی بن سعید القطان نے بیان کیا کہ وہ صحیح راہ پر نہیں تھا۔

-عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے کہا کہ میں نے ابو معمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم وکیع کے پاس تھے، جب آپ حسن بن صالح سے بیان کرتے تو ہم اپنا ہاتھ روک لیتے اور نہیں لکھتے، تو پوچھا: کیا ہو گیا ہے آپ لوگ حسن کی روایتوں کو نہیں لکھتے؟ تو میرے بھائی نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ تلوار اٹھانے کے قائل تھے۔ یہ سن کر وکیع بھی خاموش ہو گئے۔

-ابو صالح الفراء نے کہا کہ میں نے یوسف بن اسباط کے واسطے وکیع سے کچھ فتنوں کے بارے میں بیان کیا تو کہا کہ یہ اپنے استاذ ہی کی طرح سے ہے یعنی حسن بن صالح بن حی۔ میں نے کہا کہ کیا یہ غیبت نہیں ہے؟ تو کہا کہ کیوں یہ غیبت ہے احمق؟ میں لوگوں کو روک رہا ہوں اس بات سے کہ وہ ان چیزوں پر عمل کریں جنہیں ان لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔

* یہ دین اور سنت کی تائید اور نصرت میں ان ائمہ سلف کے اقوال ہیں ایک ایسے شخص میں جس نے اہل سنت والجماعہ کی مخالفت صرف ایک مسئلے میں کیا ہے، پھر آخر کیا کہیں آپ ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بھیانک دسیوں باطل مسائل کو جمع کرلیا ہے؟!

اسلئے سلف صالح ہی کے طریقے اور منہج پر چلنے میں سارا خیر ہے، جیسا کہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ سلف کے آثار کو لازم پکڑو، اور لوگوں کے آراء واقوال سے دور رہو گرچہ وہ خوبصورت لگے۔ اور جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح انہیں چیزوں سے ہوسکتی ہے جن سے پہلے کے لوگوں کی ہوئی ہے۔(ذم الکلام واھلہ للھروی: ۲/ ۲۹۵)

-ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا کہ اللہ آپ کو اسلام پر باقی رکھے تو آپ نے کہا کہ سنت کے طریقے پر بھی۔(تاریخ بغداد: ۷/ ۲۸۷)۔

-ابو بکر بن ابی عیاش نے کہا کہ اہل سنت وہی ہے کہ جب اہل بدعت نفس پرستوں کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کیلئے غضب ناک نہ ہو۔(کتاب الشریعہ للآجری: ۳/ ۵۸۱)

-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بعض اہل بدعت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ جس قدر سلف کی متابعت سے دور ہوتے گئے اسی قدر یہ بدعت میں مشہور ہوتے گئے۔ پتہ چلا کہ اہل بدعت کی سب سے بڑی علامت سلف کے منہج کو ترک کرنا ہے، اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے رسالہ عبد القدوس بن مالک کے اندر کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سنت کا اصول یہ ہیکہ صحابہ جس منہج پر تھے اسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا جائے۔(مجموع الفتاوی: ۴/ ۱۵۵)۔

دوسری وجہ:

سید قطب کی گمراہیوں کے واضح ہونے کے بعد بھی شیخ ابن باز کے ایک پرانے موقف سے حجت پکڑنا اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ یہاں مقصود صرف اس آدمی کے مقام کو بڑھائے رکھنا ہے اور باطل سے توبہ نہیں کرنا ہے، بلکہ شیخ کے اسی قدیم موقف کو حجت بنا کر واضح حق کا انکار کرنا ہے، جبکہ شیخ عموما ایسا ہر ایک کے کرتے تھے کہ کسی کے بارے میں بتایا جاتا کہ وہ عالم ہے اس پر ظلم ہوا ہے تو آپ اسکے لئے دعائے خیر کہتے تھے۔

مزید یہ کہ شیخ بھی ایک بشر تھے آپ سے بھی غلطیوں کا امکان ہے، آپ کی ہر بات کو معیار حق نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی طرح شیخ کے ان عمدہ مواقف کا کیا جواب ہوگا جنہیں آپ نے سنت پر غیرت اور اسکے دشمنوں پر رد کی صورت میں اپنایا ہے۔

اور یہ کہ سید قطب کے تعلق سے آپ کا یہ موقف انکی گمراہیوں اور انحرافات کے ظاہر ہونے سے پہلے کا ہے۔ بعد میں آپ نے اپنا موقف بدل لیا تھا۔

اسی لئے ان لوگوں کا شیخ کے اس قدیم موقف سے سید قطب کے مقام کو بلند کرنا مقصد ہے اور یہ درج ذیل کئی وجوہات سے غلط ہے:

۱- سید قطب کے پاس بہت ساری گمراہیاں تھیں جیسا کہ انکی کتابوں سے واضح ہے، مگر اسکے باوجود انکا ذکر تعریف اور مدح وستائش کے پیرائے میں کرنا مسلمانوں کو بالخصوص نوجوانوں کو دھوکے میں ڈالنا ہے، اور وعظ ونصیحت اور خطابت کی امانت میں خیانت اور بہت بڑی کوتاہی

ہے، کیونکہ لکھنے اور بولنے والا جان بوجھ کر قارئین اور سامعین کو دھوکے میں ڈال رہا ہے، اور بہت ہی سنگین معاملہ ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص اشاعرہ کے گمراہ فرقے میں داخل ہوگیا اور جب اس سے سبب پوچھا گیا تو کہا کہ میں دارقطنی کے ساتھ ابو ذر ھروی اشعری کے پاس سے گزرا تو انہوں نے ھروی کی تعریف تعظیم کی اور کہا کہ یہ امام المسلمین ہیں، اسی لئے میں نے انہیں کو لازم پکڑ لیا اور انہیں سے دین سیکھنے لگا۔

آپ دیکھیں کہ ایک گمراہ شخص کی گمراہی واضح نہ کرکے اسکی تعریف کرنے سے کیسے ایک شخص گمراہ ہوگیا؟!

۲- بہت سارے معتبر علماء نے سید قطب کی کتابوں سے بچنے کی نصیحت کی ہے ان میں بڑی تعداد میں غلطیوں اور گمراہیوں کی وجہ سے، بلکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بھی انکی بعض کتابوں کے بارے میں کہا ہے کہ انہیں خلا دینا چاہیے (جسکی تفصیل آگے آئے گی)، اسکے باوجود ایسے شخص کی مدح وستائش کرنا اور علمائے ربانیین کے نام پر اس کا تزکیہ کرنا انتہا درجے کی منافقت اور ڈھکوسلا ہے اور علماء کے اندر نفرت پیدا کرنا ہے۔

۳- شیخ ابن باز رحمہ اللہ سید قطب کی گمراہیوں اور فکری انحراف کے بارے میں نہیں جانتے تھے، اس پر تفصیلی ذکر آئے گا، سر دست یہ بتا دیں کہ جب آپ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ سید قطب نے استواء کی تاویل کی ہے تو فرمایا کہ یہ تو باطل تفسیر ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ سید قطب تفسیر کے باب میں مسکین اور ضائع تھے۔

سید قطب کے بارے میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے آخری تبصروں کے تعلق سے بھی جاننا

ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کا مغالطہ واضح ہوسکے۔۔۔

سوال: ایک محاضرے کے اندر شیخ سے سوال کیا گیا کہ پچھلے جمعہ کے دن شیخ حسن بنا اور شیخ سید قطب پر ایک خطیب نے نقطہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کا یہی دعوی ہے کہ صرف قرآن ہی دین کا مصدر ہے نہ کہ قرآن وسنت، تو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح نہیں ہے تو کیا ایسا کہنے والے کو بہتان باز نہیں کہا جائے گا؟

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ چیز محل غور ہے، ضروری ہیکہ سید قطب اور حسن بنا کی کتابوں کا مراجعہ کیا جائے کیونکہ ان دونوں پر کئی ملاحظات ہیں، اللہ ہم سب کو معاف فرمائے، کتابوں کا مراجعہ ضروری ہے تاکہ بصیرت کے ساتھ ہوئی حکم لگایا جائے۔انتہی۔

اسکے بعد شیخ سے حاضرین ہی میں سے کسی نے ذکر کیا کہ سید قطب پر شیخ ربیع نے رد کیا ہے تو اس پر شیخ نے کہا کہ پھر تو ٹھیک ہے، اگر شیخ ربیع نے رد کیا ہے تو یہ بہتر ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔انتہی۔

بعد میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے سید قطب کی گمراہیوں پر لکھنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے کہا کہ شیخ ربیع بن ھادی مدخلی نے رد کیا ہے، وہ بھی علمائے اہل سنت میں سے ہیں، اور اسی بات کی صراحت علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے، جیسا کہ شیخ ربیع بن ھادی مدخلی کی کتاب العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم کے اندر موجود ہے، آپ نے کہا: برادرم ربیع! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے اپنی ذمیداری ادا کرتے ہوئے سید قطب کی جہالت اور اسلام سے ان کے انحرافات کو واضح کر دیا، بالکل یہی بات شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے حالانکہ آپ کوئی بھی

چیز لکھنے یا بولنے کافی احتیاط برتتے تھے، آپ نے کہا کہ میں نے سید قطب کی کتابوں کا زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے، سید قطب کے بارے میں جاننے کیلئے شیخ درویش اور ربیع بن ھادی مدخلی کی کتابوں کو پڑھیں، جزاھما اللہ خیرا۔

ایک بار ہمارے شیخ محمد بن صالح العثیمین سے سوال کیا گیا- جیسا کہ کشف اللثام عن اخطاء احمد سلام نامی کیسٹ میں ہے-کہ بعض لوگ شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ سے تحذیر کرتے ہیں۔تو شیخ نے کہا کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے، شیخ ربیع اہل سنت علماء اور اہل خیر میں سے ہیں، آپ کا عقیدہ اور منہج صحیح اور سالم ہے، لیکن آپ بعض جماعتوں اور تنظیموں کے سرغنہ افراد پر کلام کرتے ہیں اسی لئے لوگ آپ پر نقطہ چینی کرتے ہیں۔

لہذا شیخ ابن باز کی وفات کے بعد آپ کے اس قدیم موقف سے استدلال درست نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک وسیلہ بن جائے گا اس بات پر کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سید قطب کی مطلق تعریف اور تزکیہ کرتے تھے، اور اس میں یہ واضح اشارہ ہوگا کہ جو لوگ سید قطب کی عقدی اور فکری غلطیوں اور گمراہیوں کو ایکسپوز کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، ساتھ ہی سید قطب کے باطل اور گمراہ افکار کو رواج دینے کا ایک بڑا سبب اور وسیلہ بھی ہوگا۔

۴-بعض لوگوں کا اپنے خطبات میں یہ کہنا کہ سید قطب علمائے اسلام میں سے ہیں ایک واضح غلطی اور ایک گمراہ کن بیانیہ ہے، کیونکہ وہ علماء نہیں ادباء میں سے تھے، بلکہ ہمارے پاس ایسے شواہد ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کے علمائے کرام سید الکفر پر نکیر کرتے تھے کہ ان کا شمار جہلائے شریعت میں ہے نہ کہ علمائے دین میں، کیوں کہ وہ ایک کاتب اور ادیب تھے، اب

انکے زمانے کے علماء انکے بارے میں ظاہر ہے آج کے علماء سے زیادہ جانتے تھے اور انکے لئے زیادہ فکرمند تھے۔

میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا ایک کلام نقل کروں گا جس سے واضح ہوگا کہ ولاء و براء کی بنیاد حق بات پر ہوتی ہے نہ کہ شخصیات پر جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہر وہ مسلمان جو کلمہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو اس پر واجب ہیکہ اسکا اصل مقصد اللہ کی عبادت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو، اس پر وہ قائم رہے، اور یہ بھی عقیدہ رکھے کہ انبیاء کے بعد سب سے افضل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، اسلئے مطلق طور پر شخصی اعتبار سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا جائے گا اور جماعت اور گروہ کے اعتبار سے صرف جماعت صحابہ کا دفاع کیا جائے گا کیونکہ مطلق ہدایت یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی یا پھر اسکے بعد مجموعی اعتبار سے آپ کے صحابہ کے پاس۔ (منہاج السنہ: ۵ / ۲۶۱)

.

شیخ بکر ابو زید کی کتاب" براءۃ اھل السنہ من الوقیعۃ فی علماء الامۃ" کے مقدمے میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے حمد وسلام کے بعد لکھا کہ میں نے "براءۃ اھل السنہ من الوقیعۃ فی علماء الامۃ" کے نام سے آپ کا رسالہ پڑھا جس میں آپ نے ایک بیہودہ مجرم محمد زاہد کوثری کو ایکسپوز کیا ہے اور اس نے جو کچھ علمائے امت پر سب وشتم کیا، ان پر الزامات لگایا اور ان پر بے بنیاد طعن وتشنیع کیا ان سب کو آپ کے واضح کر دیا ہے، اس جھوٹے بہتان باز کا حساب اللہ ہی کرے گا۔

ساتھ ہی آپ نے اسکے شاگرد عبد الفتاح ابو غدہ کو بھی ایکسپوز کیا کہ اپنے استاذ کی طرح اس نے بھی علمائے امت پر سب وشتم کیا، ان پر الزامات لگایا اور ان پر بے بنیاد طعن و تشنیع کیا، اور اپنے استاذ کا بھرپور ہاتھ بٹایا۔

میں نے ان لوگوں سے پہلے ہی براءت کا اظہار کرلیا ہے اور دوسروں کو نصیحت بھی کردی ہے بطور خاص عبد الفتاح ابو غدہ کو مگر وہ اپنے باطل پر اڑا ہوا ہے، اللہ اسے حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق بخشے، اور ان جیسوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے، میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ اس اہم موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا اللہ تعالی آپ کو اس پر بہتر اجر دے گا، بطور خاص اس بات پر کہ آپ نے اس فتنہ پرور کوثری کے ڈھکوسلے اور فتنہ بازی کو واضح کیا ہے۔ انتہی۔

* میں کہتا ہوں کہ اگر کوثری نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر علمائے امت پر سب وشتم کیا اور ان پر الزامات لگائے تو سید قطب نے تو کلیم اللہ موسی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے یہ کہہ کر کہ آپ ایک چڑچڑے مزاج سخت دل لیڈر تھے، اسی طرح سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کیا، ان پر نفاق کا الزام لگایا، بلکہ توحید کے معنی اور مطلب ہی میں تحریف کردی جسے لیکر تمام انبیاء کرام مبعوث ہوئے، اور اسکے علاوہ بھی بہت سارے انحرافات وضلالات ہیں جو آگے آئیں گے۔

مزید یہ کہ کوثری کے مقابلے سید قطب کے شر وفتن اور انکے انحراف کا دائرہ اثر کہیں زیادہ اور خطرناک ہے کہ جس طرح نوجوانان سمت سید قطب کی وجہ سے منحرف ہوئے اور سلف کے منہج سے

بیزار ہوئے اتنا کوثری سے نہیں، کیوں کہ سید قطب کی تحریریں جذباتی ہیں اور من گھڑت کہانیوں کی روشنی میں ان کے کارنامے گنائے گئے ہیں، اور بغیر سند ساری باتیں لکھی گئی ہیں، جب کہ سید قطب کی موت کے وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے بالکل الگ ہی لکھا ہے۔

سید قطب کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں تھا کہ انہیں پھانسی کب دی جائے گی۔ میں پہلی گاڑی میں بیٹھا تھا اور میرے بغل میں سید قطب بھی تھے، دوسری گاڑی میں محمد یوسف ہواش تھے جو تنظیم کے اندر سید قطب کے نائب تھے اور تیسری گاڑی میں عبد الفتاح اسماعیل تھے جو تنظیم کے اندر مواصلات خارجہ کے مسؤول تھے۔ تینوں کو پھانسی کی سزا تھی جنہیں جنگی قید خانے سے عدالت میں فیصلے کے لئے لے جایا جا رہا تھا۔ سید قطب بھورے رنگ کا جوڑا پہنے تھے جس کے نیچے سفید قمیص تھی۔ صحت بہتر تھی۔ انہیں جیل میں نہ تو مارا گیا اور نہ ہی کسی طرح سے سزا دی گئی اور نہ ہی کسی طرح سے کوئی پریشانی اور گھٹن محسوس کر رہے تھے جیسا کہ اخوانیوں نے اڑا رکھی ہے۔ ہاں سید قطب نے راستے میں حسرت وافسوس کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی: (("للاسف الشديد لم ينجحوا في تنفيذ عملية نسف القناطر الخيرية التي لو تمت لانتهى النظام".)) ترجمہ: بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ نیل پر موجود قناطر خیریہ کو بم سے نہ اڑا سکے کہ اگر وہ اس عمل میں کامیاب ہو جاتے تو حکومت کے خاتمے میں وقت نہیں لگتا۔

اس طرح جاری کارروائی سے سید قطب کو جب اندازہ ہو گیا کہ اب انہیں پھانسی دی جانے والی ہے تو مضطرب ہونے لگے اور بے چین ہو کر کہنے لگے: "انا مفكر اسلامي كبير

والحکومه لم تجد سبیلاً للقضاء علی افکاری لذا تعدمنی ".ترجمہ: میں ایک بہت بڑا اسلامی مفکر ہوں، میرے افکار وخیالات کو ختم کرنے کیلئے جب حکومت کو کوئی سبیل نظر نہ آئی تو مجھے ہی پھانسی پر لٹکانے چلی ہے۔

پھر پھانسی دینے کا رسم شروع ہوا: سید قطب کو پھانسی کا خاص لال جوڑا پہنایا گیا اور خواہش طلب کی گئی۔سید قطب نے اس وقت پانی اور نماز پڑھنے کی خواہش کی۔پھر انہیں پھانسی دی گئی۔ (پتہ چلا کہ سید قطب کو بڑے ہی راز داری سے پھانسی دی گئی کہ انہیں اسکا خود نہیں پتہ تھا۔ چنانچہ بد دعا، رحم کی درخواست، شیخ ابن باز اور شاہ فیصل کی سفارش سب جھوٹ اور اخوانیت کا پروپیگنڈہ ہے۔مترجم)۔

اسی طرح یہ بھی معلوم رہے کہ کوثری کو زیادہ سے زیادہ عالم ضلالت اور مقلد محض کہہ سکتے ہیں مگر سید قطب کے یہاں شریعت سے واضح جہالت پائی جاتی تھی، صحیح اور باطل میں انکے یہاں کوئی تمیز نہیں تھی، کیونکہ نے انہوں نے دین کو علمائے اہل سنت سے حاصل نہیں کیا تھا، اور نہ ہی انکی کتابوں کو پڑھا تھا، بلکہ سید قطب نے تو کفریہ افکار تک نقل کر دیا ہے جنہیں بڑے کیا چھوٹے طلبہ بھی سمجھ لیں گے، اور شریعت میں پختگی کی ہونے کے باوجود قرآن کریم کی تفسیر کرنے بیٹھ گئے، جس میں جگہ جگہ بھیانک ٹھوکریں کھائی ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے علی صابونی پر رد کرتے ہوئے کہا کہ صابونی نے اپنے پانچویں مقالے میں کہا کہ میں اپنے سلفی بھائیوں کے اس بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے امت کی

تضلیل اور ان ائمہ اسلام کی تکفیر کر کے اٹھا رکھی ہے جو فقہ، حدیث اور تفسیر میں اشاعرہ کے مذہب پر ہیں، آخر مسلمانوں کے بیچ تفریق کر کے اور بخاری کے شارح ابن حجر عسقلانی کی طرف گمراہی منسوب کر کے ہم کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے بعد صابونی نے مزید کچھ لوگوں کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ سب امام اشعری کے مذہب پر تھے۔

جواب: سلفی علماء میں سے کسی نے بھی مذکورہ لوگوں میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی ہے جیسا کہ تم نے دعوی کر ڈالا ہے، بلکہ وہ انکی ان غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہیں جن کا صدور ان حضرات سے اسماء وصفات کے باب میں ہوا ہے، اور یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ سلف کے مذہب کے خلاف ہے، چنانچہ یہ نہ تو کسی کی تکفیر ہے اور نہ ہی اس سے امت میں تفریق پیدا کرنا مقصود ہے، بلکہ اس میں اللہ اور اسکے بندوں کے تئیں خیر خواہی اور نصیحت مقصود ہے، حق بیانی اور ان لوگوں پر رد مقصود ہے جو نقلی اور عقلی دلیلوں کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ حق کا چھپانا جرم ہے اگر علمائے حق غلطیوں کو واضح نہ کریں تو لوگ اسکے دھوکے میں آجائیں گے اور اسی کی پیروی کرنے لگیں گے، کتمان حق ایک گناہ ہے جس کے تعلق سے ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ[159] إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے

ان پر لعنت کرتے ہیں۔ [159] مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔(البقرہ:۱۶۰)۔

چنانچہ اگر علمائے اہل سنت والجماعہ ان غلطیوں کو واضح نہ کریں تو پھر ان کا شمار انہیں اہل کتاب کے علماء میں ہوگا جو حق کو چھپاتے تھے۔(مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۳/ ۷۲)۔

اس سے پہلے بھی شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے صابونی پر رد کرتے ہوئے کہا کہ محمد علی صابونی نے اپنے دوسرے مقالے میں اپنے دکھ کا اظہار کیا ہے اس بات کو لیکر کہ مسلمانوں کو سلفی، اشعری، صوفی اور ماتریدی میں تقسیم کیا جارہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یقینا یہ تفریق ہر مسلمان کیلئے دکھ کی بات ہے، بلکہ واجب ہے کہ پوری امت حق پر جمع ہوجائے، اور نیکی اور تقوی کی بنیاد پر ایک دوسرے کا تعاون کریں، لیکن اللہ نے اس امت پر یہ مقدر کر رکھا ہے کچھ عظیم حکمتوں اور اچھے مقاصد کے تحت جن کی تفصیل اسکے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ یہ واضح ہیکہ اس سے نیک و بد نیز طالب حق اور طالب ضلالت میں تمیز ہوتی ہے، کون خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور کون کتاب وسنت کی روشنی میں منہج سلف کو اختیار کرتا ہے، مزید اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایسا ہی ہوا، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے، (یعنی مماثلت میں دونوں برابر ہوں گے) یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے“۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۱)۔

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو حق پر قائم ہونا چاہیے اور اپنے اختلافات کو ختم کر کے اللہ اور اسکے رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔(النساء:۵۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ) ترجمہ: اور ہر وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا،کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، وہی اللہ میرا رب ہے،اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔(الشوری:۱۰)۔

ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا کہ ہمارے درمیان کسی بھی چیز میں اختلاف واقع ہو خواہ وہ اختلاف عقیدے اور منہج میں ہو یا کسی دوسری چیز میں اسے کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنا چاہیے،اسی وقت حق واضح ہوگا اور مسلمانوں میں اجتماعیت پیدا ہوگی،اور دشمنوں کے خلاف اتحاد بنے گا،لیکن جب ہر گروہ اپنے باطل کو پکڑ کر رکھے گا اور دوسرے گروہ کو تسلیم نہیں کرے گا خواہ وہ حق ہی کیوں نہ ہو، تو یہی چیز لائق مذمت اور منع ہے،اسی بنیاد پر اعدائے اسلام مسلمانوں پر تسلط جماتے ہیں، اور ساری تباہی اس شخص کیلئے ہے جو حق کو جانتے ہوئے بھی اسکی طرف رجوع نہ کرے اور باطل پر اڑا رہے، البتہ جو حق کو واضح کرے اور حق کی مخالفت کرنے والوں کے بطلان کو واضح کرے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے بلکہ یہ مشکور وممنون ہے، یہ دو اجر کا مستحق ہے ایک اجتہاد اور کوشش کا اور دوسرے حق تک پہونچنے کا۔ انتہی ۔(مجموع فتاوی ومقالات

متنوعہ:۳ / ۵۹)۔

میں نے اس طرح کی نصیحت صرف اسلئے نقل کی ہے تا کہ ان لوگوں پر کچھ اثر ہو اور باطل کی تائید سے باز آئیں اور حق کا ساتھ دیں، آپسی اختلافات کو ختم کر کے منہج سلف پر قائم ہو جائیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک مومن دوسرے مومن کیلئے دونوں ہاتھوں کی طرح ہے کہ ہر ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کی گندگی صاف کرتا ہے۔(مجموع الفتاوی:۲۸ / ۵۳)۔

میرا بھی مقصد یہی ہے کہ یہ لوگ استقامت پر آجائیں اور گمراہ لوگوں کے منہج سے توبہ کرلیں، سید قطب تو میرے نزدیک ایک مثال ہیں ورنہ ان کی طرح بہت ساری شخصیات ہیں جنکے فتنوں میں یہ گرفتار ہیں، اور کتاب وسنت اور منہج سلف سے دور ہو کر انہیں کی تحریروں اور تقریروں کو دین کا مرجع سمجھ رکھا ہے۔مزید یہ کہ دوسروں کو بھی کتاب وسنت سے بھڑکاتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب اہل سنت والجماعہ کے علمائے ربانیین سے بھی انہیں نفرت ہوگئی ہے اور ان علمائے ربانیین سے دوسروں کو بھی دور رکھنا چاہتے ہیں بلکہ انہیں اب تو سنت سے بھی دشمنی ہونے لگی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ دیکھیں گے کچھ لوگوں کو جو دین کے اصول وفروع تمام امور پر گفتگو کرنا شروع کر دیتے ہیں ایسا لگے گا جیسے انہوں نے بلاد اسلام کو کبھی دیکھا ہی نہ ہو، اور اہل علم اور اہل ایمان سے کچھ کبھی سنا ہی نہ ہو، اور نہ ہی سلف امت کے احوال سے کچھ واقفیت ہو، اور نہ ہی علوم نافعہ اور اعمال صالحہ سے کبھی واسطہ پڑا ہو، اور نہ ہی یہ معلوم ہو کہ اللہ اپنے نبیوں اور رسولوں کو اس لئے مبعوث کرتا ہے تا کہ گمراہی اور حق واضح

ہو جائے۔ چنانچہ یہ اپنی جہالت کی وجہ سے ائمہ اہل سنت پر طعن و تشنیع کرنے لگ جاتے ہیں اسی طرح جس طرح سے روافض اور انکے جیسے منافقین ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ عام طور پر متکلمین اور فلاسفہ اہل اتحاد (وحدت الوجود کے قائلین) کی تعریف کرتے ہیں اور انکی عبارتوں کو دوسرے معنی پر محمول کرتے ہیں جن کا انہوں نے قصد ہی نہیں کیا ہوتا ہے، انکی باتوں کی تاویل کرتے ہیں اور انہیں وقت کا امام سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مقام و مرتبہ اور تعظیم کے نہ جانے کن کن القابات سے نوازتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۴/ ۱۷۰)۔

میں کہتا ہوں کہ آج بھی وہی حال ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر اللہ رحم فرمائے اور اسی طرح امام احمد بن حنبل پر اللہ رحم فرمائے کس طرح ان بزرگوں نے اصل بیماری کی تشخیص کردی اور یہ کہ وہ گمراہی کہاں سے پنپتی ہے، چنانچہ فرمایا کہ ساری مصیبت انہیں کتابوں سے آتی ہے جنہیں ان اہل بدعت نے لکھ رکھی ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں اور صحابہ کے آثار کو ترک کرکے ان کتابوں پر پل پڑے ہیں۔ چنانچہ بدعتیوں کی کتابیں ایسی بیماری ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۱/ ۴۳۴)

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ بیٹھنے میں ہلاکت اور زہر کھانے کی طرح ہے، آج کتنے ایسے اہل بدعت اور گمراہ پائے جاتے ہیں جو لوگوں کو سنت رسول سے روکتے ہیں اور اسکے خلاف دعوت دیتے ہیں، وہ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت نیز معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنا

کر پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ توحید کی دعوت دینے لگیں تو الزام لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ تم اولیاء وصلحاء کی شان میں گستاخی کرتے ہو، اور اگر آپ سنت رسول کی طرف لوگوں کو دعوت دینے لگیں تو الزام لگانے لگتے ہیں کہ ائمہ دین کی شان میں گستاخی کرتے ہو اور اگر آپ اسماء وصفات کے باب میں بلا غلو اور کوتاہی کے معتدل منہج کی وضاحت کرنے لگیں تو الزام لگانے لگتے ہیں کہ تم مشبہہ ہو، اور اگر آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے لگیں تو الزام لگانے لگتے ہیں کہ تم فتنہ پرور ہو، اور اگر آپ اتباع سنت اور ترک بدعت کی بات کریں تو الزام لگانے لگتے ہیں کہ تم گمراہ ہو، اگر آپ سنکیخ نفس پرستی کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگ جائیں تو یہ الزام لگانے لگتے ہیں کہ تم منافقین اور ریاکاروں میں سے ہو، اس لئے آپ بالکل محتاط رہیں، صرف اللہ کی مرضی کے خاطر کام کریں دوسروں کی لعنت ملامت کی پرواہ نہ کریں کیونکہ انکا کام ہی بغض وعناد رکھنا ہے، شاعر کہتا ہے:

وإذا أتتك مذمتي من ناقص

فهي الشهادة لي بأني فاضل

ترجمہ: جب کوئی ناکارہ شخص میری برائی کرنے لگے تو سمجھ لو کہ یہی گواہی ہے اس بات کی کہ میں فاضل ہوں۔ (بدائع الفوائد: ۲ / ۲۹۹)۔

اس نصیحت کو لکھ کر میں نے علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ پر پیش کیا اور اسی طرح شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کے تبصروں سے بھی مطلع کیا تو اس وقت آپ صرف تکبیر پڑھتے یا تعوذ یا پھر ترحم کرتے، چنانچہ کرابیسی کا ذکر آیا تو آپ نے تکبیر پڑھا، حسن بن صالح کا ذکر آیا تو آپ نے تعوذ پڑھا اور جب

میں نے شیخ البانی کا یہ کلام سنایا کہ سید قطب کو شریعت کے اصول وفروع سے کوئی آگاہی نہیں تھی تو آپ نے بڑے تعجب سے ترحم کیا، اور آخر میں مجھ سے اس نصیحت کا ایک نسخہ طلب کیا، یہ نصیحت میں نے ۲۸ / ۸ / ۱۴۲۰ھ کو سنائی تھی۔

جب یہ کتاب مکمل ہوگئی تو میں نے شیخ سے اس کی توثیق مانگی تو اسکے لئے شیخ نے مجھ سے اس کتاب کو طلب کیا اور پھر دو دنوں کے بعد فون کیا کہ میں نے آپ کی کتاب پڑھ لی ہے، بہترین ہے، اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا کلام بہت ہی عمدہ ہے۔ پھر آپ نے بعض عبارتوں کی تعدیل کے ساتھ اسکے توثیق کی۔ اور الحمدللہ آپ کے کہنے پر میں کئی جگہ تعدیل کی اور اضافہ بھی کیا ہے۔ جزاہ اللہ عنی عن المسلمین افضل الاجر والمثوبہ۔

پھر میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا مشکور ہوں کہ آپ نے اس کتاب کو پڑھا اور عمدہ تبصروں سے نوازا، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان تمام مشائخ کو جو انوار سنت کو روشن کئے ہوئے ہیں، ایسے دور میں کہ جہاں بدعت کا بول بالا ہے سنت و بدعت اور منہج وانحراف کے فرق کو مٹایا جارہا ہے۔ آج وہی حالت ہے جسکے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ دین میں تبدیلی کبھی انحراف سے آتی ہے اور کبھی اسکے منسوخ ہونے سے، اور یہ طے ہیکہ یہ دین کبھی منسوخ نہیں ہوگا اسلئے اس دین کے اندر تغیر وتبدیلی صرف انحراف سے آئے گی، جھوٹ اور پروپیگنڈے نیز کتمان علم سے آئے گی، باطل کو بڑھاوا دینے اور حق کو چھپانے سے آئے گی، ایسی حالت میں اللہ ایسے لوگوں کو ضرور بھیجتا ہے جو حق و باطل میں تمیز بتا سکیں، باطل پرستوں اور انحراف کے شیدائیوں کو ایکسپوز کرسکیں، تا کہ حق اور باطل واضح ہوجائے خواہ مشرکین اسے برا

سمجھیں۔

نوجوانان امت! اب آگے میں سید قطب کے بارے میں تمہارے ہی علمائے کرام کے اقوال اور فتاوے پیش کروں گا:

*(۱) شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کے فتاوے:

فتوی ۱: بعض لوگ فکری اور ثقافتی کتابوں پر بھروسہ کرکے انہیں پڑھنا شروع کردیتے ہیں اور ایسی کتابوں کے مصنفین کو عالم اور داعیہ سمجھتے ہیں جبکہ وہ فقہ دین میں کمزور ہوتا ہے کیوں کہ وہ شرعی کتابوں کو پڑھا ہی نہیں ہوتا ہے؟

جواب: شیخ نے کہا کہ علم دراصل قال اللہ اور قال الرسول کو کہتے ہیں، علم یہ نہیں ہے کہ فلاں فلاں نے کیا کہا، پھر ان اہل علم کے اقوال جن سے اسکی تفسیر اور وضاحت ہو، کیونکہ درحقیقت علماء ہی رسولوں کے بعد اللہ کے بندوں میں اسکے جانشین ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: (شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (آل عمران: ۱۸)۔

یقینا علم وہی ہے جو اللہ اور اسکے دین کے بارے میں ہو ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ) ترجمہ: اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے ۔(فاطر: ۲۸)۔

ان سے مراد اللہ کے انبیاء ورسل اور ان کے وہ پیروکار ہیں اصحاب علم وبصیرت اور اہل حق نیز اہل قرآن وسنت ہیں۔

اور انبیاء کے حقیقی وارثین علماء ہیں جو اللہ اس اسکی دین کی وضاحت کرتے ہیں، ایک طالب علم کا شمار اہل علم میں اسی وقت ہوگا جب وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو اچھی طرح سمجھتا ہو اور علمائے سنت سے دین کو حاصل کیا ہو۔

علم سیکھنے کا یہی صحیح طریقہ ہے کہ وہ اہل علم کی رہنمائی میں کتابوں کو پڑھے اور مشکل جگہوں پر استفسار کرے اور تفسیر کے اندر معتمد کتابوں کا مطالعہ کرے جیسے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی وغیرہ۔ علمائے کلام اور علمائے بدعت سے دور رہے، اسی طرح کم علم متعالمین اور جاہلوں سے بھی دور رہے، کیوں کہ جو علم کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں ہے اسے علم نہیں کہتے بلکہ وہ جہالت ہے، گرچہ وہ دنیاوی لحاظ سے مفید ہو، کیونکہ مقصود وہ علم جسکا فائدہ آخرت میں ہو اور جہالت سے نکالنے والا ہو، جس سے دین میں بصیرت حاصل ہو اور اسے معلوم ہو کہ اللہ نے کیا حرام کیا ہے اور کیا واجب، یہی شرعی علم ہے۔(مجموع الفتاوی:۱/۲۳۶)

فتوی ۲: ارشاد باری تعالی ہے:(الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى) ترجمہ جوناگڑھی: جو رحمٰن ہے، عرش پر قائم ہے۔(طہ:۵)۔

سید قطب نے استواء کی تفسیر میں کہا کہ استواء علی العرش کے تعلق سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں پر کنایہ ہے کہ اللہ اس مخلوق (عرش) پر غالب ہے۔(فی ظلال القرآن: ۴/۲۳۲۸)۔؟

جواب: شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فاسد کلام ہے، استواء کا معنی ھیمنہ یعنی غلبہ سے کرنے کا مطلب استواء کا انکار ہے، اس علو کا انکار ہے جو اللہ کیلئے ثابت ہے یعنی علو عرش۔ اور یہ باطل تفسیر ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ بندہ فن تفسیر میں مسکین اور ضائع تھا۔

اور جب شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ایک شخص نے کہا کہ کچھ لوگ سید قطب کہ تفسیر کو برابر پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بالکل نہیں، ایسی بات جو کہہ رہا ہے وہ غلطی پر ہے، انکے خلاف جلد ہی لکھوں گا ان شاء اللہ۔

(مصدر: ریاض میں آپ کے گھر پر ایک درس، ۱۴۱۳ھ، تسجیلا ت منہاج السنہ، الریاض)۔

فتوی ۳: سید قطب نے اپنی کتاب "التصویر الفنی فی القرآن" کے اندر کہا کہ موسی علیہ السلام چڑچڑے مزاج کے ایک مشتعل شخص تھے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا: (وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ) ترجمہ: اور موسیٰ (علیہ السلام) ایک ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے۔ یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے، اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی، جس پر موسیٰ (علیہ السلام) نے اس کو مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے، یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔ (القصص: ۱۵)۔

اس آیت کے ضمن میں سید قطب نے کہا کہ یہاں پر قومی تعصب کا اظہار ہے، جس طرح انسان کے اندر شخصی تعصب کا اظہار ہوتا ہے، اور جلد ہی غائب بھی ہو جاتا ہے، جیسے عام طور پر چڑچڑے مزاج والے کی ساتھ ہوتا ہے۔

آگے اللہ تعالی نے فرمایا ہے :(فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ) ترجمہ: غرض اس نے شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی، انتظار کرتا تھا، تو اچانک وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اس سے فریاد کر رہا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا یقینا تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ (القصص:١٨)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سید قطب نے کہا کہ یہ ایک معروف ہیئت کی تصویر کشی ہے، اس شخص کی ہیئت وشکل جو ہر لمحہ خوف میں ہو اور اسے شر کی توقع ہو، اور یہی چڑچڑے مزاج والوں کی علامت ہے۔

جواب: شیخ ابن باز رحمہ اللہ پر جب اس کلام کو پڑھا گیا تو آپ نے کہا کہ یہ تو انبیاء کرام کا استہزاء ہے اور انبیاء کا استہزاء کرنا اور انکا مذاق اڑانا مستقل ارتداد ہے۔

(مصدر: ریاض میں آپ کے گھر پر ایک درس، ١٤١٣ھ، تسجیلات منہاج السنہ، الریاض)۔

فتوی ۴: سید قطب نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی عمرو بن العاص رضی اللہ

عنہ کی علی رضی اللہ عنہ پر غالب آنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ ان سے زیادہ لوگوں کی نفسیات سے واقف تھے، اور حالات کی مناسبت سے صحیح قدم اٹھانے میں زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے، بلکہ وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں ہر قسم کے حربے استعمال کرنے میں آزاد تھے جبکہ علی رضی اللہ عنہ کو اس جنگ کے وسائل چننے میں ان کو ان کے اعلی اخلاق و کردار نے پابند سلاسل کر رکھا تھا۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جھوٹ، دھوکہ بازی، چالبازی، منافقت، رشوت اور لوگوں کو خریدنے میں تیزی دکھاتے، ایسے وقت میں علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اتنا نیچے نہیں گرا پاتے چناچہ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ وہ کامیاب ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ناکام ہو جائیں، اور یہ وہ ناکامی ہے جو تمام کامیابیوں سے بڑھ کر ہے" (کتب وشخصیات ص: ۲۴۲)۔

اسکے بعد اگلے صفحے پر واضح طور پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ میکاولی سے صدیوں پہلے معاویہ پر اسکی روح غالب تھی یعنی انکے اندر مکروفریب غالب تھی۔ نعوذ باللہ۔

جواب: اس پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بہت ہی قبیح کلام ہے، اس میں معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما پر سب وشتم ہے، بہت ہی گھٹیا اور منکر کلام ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی مجتہد تھے، اور مجتہد جب غلطی کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

سائل نے کہا: سید قطب کا یہ الزام لگانا کہ ان دونوں کے اندر نفاق تھا کیا یہ تکفیر نہیں ہے؟

اس پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کفر نہیں ہے، کیونکہ بعض صحابہ کو گالی دینا منکر اور فسق وفجور ہے، اس پر تعزیری کاروائی کی جائے گی، لیکن اگر کوئی اکثر صحابہ یا تمام صحابہ پر سب وشتم کرے یا انہیں فاسق کہے تو ایسی صورت میں وہ مرتد ہو جائے گا کیونکہ وہی

شریعت کے حاملین ہیں، انہیں گالی دینا گویا شریعت پر طعن کرنا ہے۔

سائل نے کہا: کیا جن کتابوں میں ایسی باتیں منقول ہیں ان دے لوگوں کو منع نہ کر دیا جائے؟

اس پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ بلکہ ان کتابوں کو پھاڑ کر پھینک دینا زیادہ مناسب ہے۔

پھر شیخ نے پوچھا کہ کیا یہ کسی اخبار میں لکھا ہے؟

سائل نے کہا: اخبار نہیں کتاب میں لکھا ہے۔

شیخ نے پوچھا: کتاب کس کی ہے؟

سائل نے کہا: سید قطب کی۔

شیخ نے کہا: یہ تو بہت گھٹیا کلام ہے۔

سائل نے کہا: کتاب کا نام (کتب وشخصیات) ہے۔

مصدر: شرح ریاض الصالحین، بتاریخ: ۱۸ / ۷ / ۱۴۱۶ھ۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے قول کہ معاویہ اور انکے ساتھی مجتہد خطا کار تھے اس پر شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ اس طرح جزم کے ساتھ کہنا درست نہیں ہے بلکہ اگر اس طرح کہا جائے کہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد جب حق تک پہونچ جائے تو دو اجر اور اگر حق تک نہ پہونچے تو ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے۔



* (۲) شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے فتاوے:

فتوی ۱: امام البانی نے العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم پر اپنے ہاتھ سے لکھا کہ آپ نے سید قطب کے تعلق سے جو بھی لکھا ہے وہ برحق اور درست ہے اسلامی تہذیب وثقافت سے واقف ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ سید قطب کو دین اسلام کے اصول وفروع میں سے کسی سے کوئی واقفیت نہیں تھی، شیخ ربیع! اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر سے کہ آپ نے اپنے واجب کو پورا کیا اور اس شخص کی جہالت اور فکری انحراف کو لوگوں کے سامنے عیاں کیا۔انتہی۔

فتوی ۲: امام البانی رحمہ اللہ نے ایک شخص سے مناقشہ کے دوران کہا:

سید قطب کے تعلق سے ایک دن میں نے کلام کیا تھا۔کیا تم شیخ عبداللہ عزام کے بارے میں جانتے ہو؟

سائل نے کہا: جی ہاں۔

شیخ نے کہا: جزاک اللہ خیرا، عبداللہ عزام اخوان المسلمون میں سے تھے، سات آٹھ سال پہلے اخوان المسلمون کی طرف سے میرے خلاف یہ قرار آیا کہ شیخ البانی کا بائیکاٹ کیا جائے، شیخ کے کسی درس یا دعوتی امور میں شامل نہ ہوا جائے اور نہ کسی طرح انکا ساتھ دیا جائے۔ یہ عبداللہ عزام واحد بندہ تھا جو اخوانیوں میں سے میرے پاس ہمیشہ لگا رہتا تھا اور قلم دفتر لیکر ہر درس میں شامل رہتا۔ مگر جب بائیکاٹ کا قرار آیا تو یہ بھی مجھ سے ملنا چھوڑ دیا، مسجد صہیب میں ایک دن ملاقات ہوئی تو

میں نے سلام کیا، اس بندے نے شرم سے جواب دے دیا، میں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے، کیا اسلام اس طرح کا حکم دیتا ہے؟

اس پر عبداللہ عزام نے کہا: جلد ہی سب ختم ہو جائے گا۔

بہر حال کئی دن گزر گئے، ایک دن وہ میرے گھر آیا لیکن میں گھر پر نہیں تھا اس وقت میں اپنے ایک رشتے دار کے گھر پر تھا، ڈھونڈتے ہوئے وہاں پر وہ بندہ پہونچ گیا، اور کہا کہ میں گھر پر گیا تھا مگر آپ وہاں نہیں تھے، تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہونچا ہوں، آپ جانتے ہیں کہ میں کس قدر آپ سے علمی استفادہ کرنے کا شوقین ہوں۔

میں نے کہا: بالکل میں جانتا ہوں مگر اس طرح بائیکاٹ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

اس نے کہا: آپ نے دراصل سید قطب کی تکفیر کر ڈالی ہے، اسی وجہ سے تنظیم نے آپ کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا ہے۔

میں کہا: کہاں میں نے تکفیر کی ہے؟

عزام نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے، سورہ حدید اور سورہ اخلاص کے اندر انہوں نے صوفیوں کے عقیدہ حلول کو ثابت کیا ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں، میں نے یہ کہا ہے کہ سید قطب نے صوفیوں کے کلام کو اثبات میں نقل کیا ہے، اور اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ بھی اسی عقیدے کے قائل ہیں، لیکن ہمارا یہ اصول ہے جیسا کہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہوگا کہ ہم کسی انسان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کرتے گرچہ اس نے صریح کفر کا ارتکاب کیا ہو، جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے۔ پھر کیسے تم لوگوں نے میرے کلام

سے تکفیر سمجھ کر میرے بائیکاٹ کا فیصلہ کرلیا؟

اسی طرح ایک بار شیخ البانی رحمہ اللہ کے پاس ایک قطبی نے آ کر سید قطب کی بعض عبارتوں کو دکھاتے ہوئے کہا کہ شیخ آپ سید قطب کو تکفیری کہتے ہیں جبکہ وہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے تھے۔ وہ ایک مومن تھے، اس پر شیخ البانی نے کہا کہ میں نے اسکا انکار کب کیا۔ میں تو صرف ان باطل اقوال اور منحرف افکار پر نکیر کرتا ہوں جنہیں سید قطب نے اپنی کتابوں میں لکھ ماری ہے اور وہ نوجوانان امت کے گمراہ ہونے کا سبب بن رہے ہیں۔

اس ملاقات اور طویل گفتگو کے بعد بھی کچھ ہی دنوں کے بعد عبد اللہ عزام نے کویتی اخبار "المجتمع" کے اندر دو یا تین قسطوں میں کرے خلاف ایک مقالہ شائع کر دیا اس عنوان کے ساتھ: (الشیخ الالبانی یکفر سید قطب) یعنی شیخ البانی سید قطب کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور اس پر ایک طویل کہانی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے صرف دعائے ہدایت ہی کی جا سکتی ہے اسکے علاوہ کوئی سبیل نہیں ہے۔

(مصدر: "مفاھیم یجب ان تصحح" نام کی کیسٹ)۔



*(۳) شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کے فتاوے:

فتوی ۱: سید قطب کے فکری غلطیوں سے متعلق ہم بہت کچھ سن چکے ہیں مگر ابھی جلد ہی ایک طالب علم کی زبانی سننے میں آیا کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے، جب کہ یہ کفر صریح ہے، تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: سید قطب کے بارے میں میرا مطالعہ زیادہ نہیں ہے، اور نہ ہی میں اس آدمی کے تعلق سے زیادہ جانتا ہوں، البتہ دیگر علماء نے ان کی کتابوں کی روشنی میں ان پر بہت سارے ملاحظات لکھے ہیں، جیسے کہ شیخ عبداللہ الدویش اور ہم اسے شیخ برادرم ربیع بن ھادی مدخلی، چنانچہ سید قطب کے بارے میں جو تفصیلی جانکاری چاہتا ہو وہ ان دونوں کی کتابوں کا مراجعہ کرے۔
(مصدر: شیخ ابن العثیمین اور شیخ ربیع کے درمیان جدہ میں ایک ملاقات، بتاریخ: ۲۴/ ۲/ ۱۴۲۱ھ نامی کیسٹ)۔

فتوی ۲: سید قطب نے سورہ حدید کی تفسیر میں کہا کہ صوفیاء نے اسی بنیادی حقیقت کبری کو لیکر خوب عقل دوڑائے اور مختلف رائے قائم کی، کسی نے کہا کہ وہ اللہ کو وجود کے اندر ہر چیز میں دیکھتا ہے، کسی نے کہا کہ وہ وجود کے پرے اسے ہر چیز میں دیکھتا ہے، کسی نے کہا کہ اس نے صرف اللہ کو دیکھا اور کسی چیز کو نہیں دیکھا، یہ سارے اقوال ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ان پر اجمالی طور پر ایک مواخذہ یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس میدان میں بشری زندگی کو مہمل کر دیا

جبکہ اسلام کے اندر اسکا تصور پایا جاتا ہے۔

اور سورہ اخلاص میں کہا کہ:

"یہ وجود کا ایک ہونا ہے۔ حقیقت صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اس کی حقیقت، اور حقیقت میں وجود بھی صرف اسی (اللہ) کا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی وجود ہے وہ اپنا وجود اس حقیقی وجود سے لیتا ہے۔ اپنی حقیقت اس ذاتی حقیقت سے مستمد کرتا ہے۔ اس طرح یہ فعل انجام دینے کی آحادیث (ایک ہونا) ہوئی، چنانچہ اس وجود میں اس کے علاوہ کوئی کسی چیز کا کرنے والا نہیں ہے، اور نہ ہی کسی چیز میں کرنے والا ہے، اور یہ عقیدہ ضمیر میں پنہاں ہے اور وجود کی تفسیر بھی ہے"۔

(فی ظلال القرآن (۶ / ۴۰۰۲) سورہ اخلاص کی تفسیر)۔

اسی طرح سورہ طہ میں آیت ۵ (الرحمن علی العرش استوی) (وہ رحمن ہے جو عرش پر بلند ہوا) کی تفسیر (۲۳۲۸ / ۴) میں لکھتے ہیں:" اور تمام کائنات پر اسی کا قبضہ ہے (علی العرش استوی) استواء علی العرش حد درجہ غلبے اور قبضے سے متعلق کنایہ ہے"۔

اسی طرح شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے فی ظلال القرآن اور اسکے تفسیری منہج کے بارے سوال کیا گیا تو اس پر آپ نے کہا: اس شخص پر اور اس کی کتاب پر نیز دیگر تفسیر کی کتابوں پر کلام بہت ہو چکا، اس باب میں دیگر تفاسیر کی کتابیں کافی ہیں، بلکہ اس کتاب کے مقابلے ہزار مرتبہ بہتر ہیں۔ بعض اہل علم نے جیسے کہ شیخ ربیع اور شیخ البانی نے اس کتاب پر رد کیا ہے اور اس

بہت انکے ملاحظات موجود ہیں، میں نے اس کتاب کو مکمل نہیں پڑھی ہے البتہ میں نے سورہ اخلاص کی تفسیر پڑھی، اس نے اس میں بہت بڑی بات کہی ہے، جو اہل سنت والجماعت کے منہج کے مخالف ہے کیونکہ اس کی تفسیر یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔اسی طرح اس کی استواء(اللہ تعالی کے مخلوق سے بلند اپنے عرش عظیم پر ہونے) کی تفسیر (گمرہ فرقوں جیسے معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہ جو اللہ تعالی کی صفات کی سلف صالحین کے مزہب کے برخلاف تاویلات کرتے ہیں) استولی (قبضہ/غلبہ) سے کی ہے۔ چنانچہ معلوم رہے کہ یہ کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے، اور یہ اس چیز کا ذکر خود مولف نے اسے ظلال القرآن کہہ کر کر دیا ہے، اسلئے طلبہ اس شخص کو بنیاد بنا کر آپس میں اختلاف نہ کریں۔

(شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمتہ اللہ علیہ مجلتہ الدعوتہ (عربی) شمارہ:۱۵۹۱، ۹/۱۴۱۸/اھ میں تفسیر ظلال القرآن کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے)۔

فتوی ۳:اس شخص کے بارے میں آپ کا خیال ہے جو نو جوانوں کو دید قطب کی کتابوں کے پڑھنے کی نصیحت کرتا ہے بطور خاص فی ظلال القرآن، معالم فی الطریق، اور لماذا اعدمونی، جبکہ ان کتابوں میں موجود غلطیوں سے آگاہ نہیں کرتا ہے؟

جواب: شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے کہا کہ میں یہی کہوں گا کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا خیر خواہ ہو اسے چاہئے کہ تفسیر اور غیر تفسیر کے باب میں متقدمین کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دے، کیونکہ وہ متاخرین کی کتابوں کے مقابلے زیادہ مفید اور بابرکت ہیں، اور جہاں تک سید قطب کی

تفسیر کا تعلق ہے تو اس کے اندر بہت ہی بھیانک باتیں ہیں، لیکن امید ہیکہ اللہ معاف کرے گا، بھیانک اور خطرناک امور میں استواء کی تفسیر، قل ھو اللہ احد کی تفسیر، اسی طرح بعض رسولوں کو غیر مناسب اوصاف سے متصف کرنا ہے۔

(مصدر: اقوال العلماء فی ابطال قواعد و مقالات عدنان عرعور، بتاریخ: ۲۴ / ۲ / ۱۴۲۱ھ)۔



* (۴) شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کے فتاوے:

فتوی ا: سید قطب نے فی ظلال القرآن کے اندر اللہ کے قول (وفی الرقاب) یعنی غلامی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب غلامی کا رواج عالمی سطح پر تھا چنانچہ اسی نظام کے تحت بدلے میں مسلمانوں کو بھی کرنا پڑتا تھا اور اسکے سوا اسلام کیلئے کوئی چارہ بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ بعد میں دنیا نے غلامی کے علاوہ بھی نظام دیکھا۔ یعنی غلامی کا نظام ختم ہوگیا۔ (فی ظلال القرآن: ۳/ ۱۶۶۹)۔

سائل کہتا ہے کہ شیخ! بعض معاصر اسکالرز کہتے ہیں کہ شروع میں مجبوری کے طور پر غلامی کے باب میں جاہلی نظام کو قبول کرنا پڑا تھا۔ لیکن ساتھ میں بہت سارے کفاروں کے ذریعے اسے ختم کرنے کی کوشش بھی جاری رکھی گئی، جس سے شارع کا مقصد اس نظام کو بتدریج ختم کرنا تھا، اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: یہ باطل کلام ہے، والعیاذ باللہ، اس طرح کی باتیں دراصل کچھ ادباء اور مفکرین دہراتے رہے ہیں، یہ نہ تو علماء ہیں اور نہ ہی دعاۃ، اور یہ باتیں سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن کے اندر بھی ہیں، چنانچہ یہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ اسلام غلامی کو تسلیم نہیں کرتا ہے، اس نے دراصل اسے باقی رکھا تھا اس خوف سے کہ کہیں لوگ فوری طور پر انکار نہ کر دیں، اسلئے کہ وہ غلامی سے مانوس تھے، چنانچہ اس نظام کو مجاملہ اور رواداری کے باب سے باقی رکھا گویا اللہ نے لوگوں کے ساتھ مجاملت سے کام لیا، لیکن مقصد یہی تھا کہ بتدریج اسے ختم کر دینا ہے۔

یقیناً یہ سب باطل کلام ہے، بلکہ یہ الحاد ہے، والعیاذ باللہ، اسلام پر اتہام ہے، اگر جہالت کا عذر نہ ہوتا تو یقیناً اس پر کفر اور الحاد کا فتوی لگتا، چونکہ اس قسم کے لوگ ان مسائل میں جاہل مطلق ہیں یا پھر مقلد ہیں، اس طرح کے کلام کو بغیر سوچے دوسروں سے نقل کر دیا ہے۔ اسی جہالت کی وجہ سے انہیں معذور سمجھا جائے گا، ورنہ یہ کلام بہت ہی خطرناک ہے، اگر کوئی انسان اس طرح کی بات جان بوجھ کر کرے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، لیکن میرے نزدیک یہ لوگ جاہل ہیں کیونکہ یہ مجرد ادیب اور کاتب ہیں، ان لوگوں نے شرعی علوم حاصل نہیں کئے ہیں۔

ان لوگوں نے جب کافروں کی زبانی اسلام پر یہ الزام دیکھا کہ اسلام لوگوں کو غلام بناتا ہے تو انہیں نے اسکے جواب میں غلامی کا سرے سے انکار ہی کر دیا، مگر مسئلہ یہ ہیکہ جب ایک جاہل کسی دشمن پر رد کرتا ہے تو اس دشمن کیلئے مزید دلائل فراہم کر دیتا ہے اور اس طرح وہ مزید باطل میں جم جاتا ہے، اس لئے کہ جواب علمی ہونا چاہیئے نہ کہ جذباتی اور جہالت پر مبنی۔ ایسی حالت میں انسان کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے، ایسے سنگین مسائل میں اس کا زبان کھولنا مزید پریشانی کو بڑھانا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کلام باطل ہے، جان بوجھ کر ایسا کہنے والا کافر ہے، لیکن اگر جہالت اور تقلید کی بنیاد پر کہی ہے تو پھر وہ جہالت کی بنیاد پر معذور ہے، اور جہالت بہت بڑی قاتل مصیبت ہے، والعیاذ باللہ۔

حقیقت یہ ہیکہ اسلام نے غلامی کو تسلیم کیا ہے، اور غلامی کا رواج پہلے کے ادیان میں بھی موجود تھا، اور آج بھی باقی ہے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اس میں نہ تو کسی کا خوف ہے اور نہ ہی کسی کی مجاملت، اسلام اس قدر عاجز نہیں ہے کہ اگر کوئی چیز باطل ہو تو اسے باطل نہ کہہ سکے، بلکہ باطل

ببانگ دہل باطل کہتا ہے جیسے کہ اصنام پرستی اور سود خوری کے بارے میں کہا ہے، اور جیسے کہ زنا اور دیگر جاہلی جرائم کے بارے میں کھل کر کہا ہے۔

چنانچہ غلامی ایک شرعی حکم ہے جب تک جہاد فی سبیل اللہ باقی ہے اس وقت تک غلامی بھی باقی ہے۔

اور غلامی کا سبب کفر باللہ ہے، اس طرح یہ بطور سزا کے ہے اس شخص کیلئے جو کفر پر اصرار کرے، اور اللہ کی عبادت سے تکبر کرے، اور یہ بغیر غلامی کے ختم نہ ہو۔ اور یہ بالکل سبب نہیں ہے کہ ایسا کفار کے قیدیوں کے مقابلے میں کہا جاتا ہے جیسا کہ دینی احکام سے بے خبر لوگ کہتے ہیں۔

اللہ نے غلامی کی ملکیت کو ثابت کیا ہے اسی طرح لونڈی بنانے کو بھی جائز کہا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غلامی حق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ [5] إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ [6] فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ) ترجمہ: اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [5] مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلا شبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ [6] پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (المومنون: ۷)۔

اور یہ کہ غلامی کو آزاد کر کے ہی ختم کیا جاتا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہیکہ شارع نے غلام بنانے کو جائز ٹھہرایا ہے، اور اگر کسی وجہ سے جائز نہ ہوتا تو آزاد کئے غلامی کے حکم کو منسوخ کر دیتا،

جبکہ ایسا نہیں ہے۔

(کیسٹ بتاریخ: ۴/ ۸/ ۱۴۱۶ھ)۔

فتوی ۲: شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے فی ظلال القرآن کے پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اس کتاب کا پڑھنا محل نظر ہے، کیوں کہ اس کتاب میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو محل نظر ہیں، اس کتاب کو پڑھ کر نوجوان بھی انہیں افکار کے حامل ہو جائیں گے جن کی طرف اس کتاب میں دعوت دی گئی ہے، اور یہ محل نظر ہے، کیونکہ اس سے نوجوانوں پر بہت برا اثر پڑے گا۔ تفسیر ابن کثیر اور اس جیسی دیگر بہت سی تفاسیر ہیں جو کافی ہیں۔

اور یہ کتاب حقیقت میں کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر ہر سورت کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے، تفسیر اس معنی میں نہیں ہے جسکا مفہوم علمائے دین نے پیش کیا ہے کہ جس کے اندر قرآن کی شرح احادیث و آثار کی روشنی میں ہو، قرآن کے بلاغی اور لغوی اسرار کو واضح کیا جائے نیز اس سے مستنبط شرعی احکام بیس کئے جائیں، اور سب سے پہلے یہ کہ ہر آیت اور سورت سے اللہ نے کیا مراد لیا ہے اسے بیان کیا جائے۔

زیادہ سے زیادہ ہم ظلال القرآن کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ موضوعی تفسیر ہے، جیسا کہ دور حاضر میں عام ہے، لیکن اس طرح کی تفسیر میں بھی ان چیزوں کا ذکر نہیں ہوتا ہے جن کا ذکر سید قطب نے کیا ہے جیسے کہ صوفیوں کے اقوال، اور آیات کی ایسی تعبیر جو قرآن کیلئے زیب نہ

دیتی ہو جیسے کہ قرآن کو میوزک، جرس اور سر تال سے متصف کرنا، اسی طرح سید قطب نے توحید الوہیت کا معنی میں بھی تحریف سے کام لیا ہے، یعنی توحید ربوبیت کے مفہوم میں، اور توحید الوہیت کو بیان بھی کیا ہے تو اسے توحید حاکمیت کے معنی میں بدل دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس کتاب کو تفسیر ابن کثیر جیسی کتابوں کے صف میں نہیں لا سکتے۔ چنانچہ نوجوانوں کیلئے اس سے بہتر ہیں وہ کتابیں جنہیں سلف نے تفسیر اور عقیدے کے باب میں لکھی ہیں۔

(شیخ ابن باز و شیخ الفوزان کی مکہ میں ایک ملاقات نامی کیسٹ، بتاریخ: ۹/ ۸/ ۱۴۱۲ھ)۔

فتوی ۳: سائل نے کہا کہ عدنان عرعور کا کہنا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تارک صلاۃ کی تکفیر کرنے والے امام احمد کی ملامت نہیں کی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف بعض عبارات کی وجہ سے سید قطب کی تکفیر پر ملامت کی جاتی ہے، یہ کہہ کر کہ انہوں نے پورے سماج کی تکفیر کی ہے، جبکہ یہی کام امام احمد نے کی ہے کیونکہ اکثریت تارک صلاۃ ہے۔ اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: امام احمد عالم دین اور مجتہد تھے، انہیں دلائل اور استدلال کے طریقوں کا علم تھا، جبکہ سید قطب شرعی علوم ہی سے نابلد تھے، انہیں دلائل اور استدلال کے طریقوں کا کوئی علم نہیں تھا، اس بنیاد پر امام احمد اور سید قطب کے درمیان موازنہ کرنا ظلم ہے، کیوں کہ جان بوجھ کر تارک صلاۃ کی تکفیر پر امام احمد کے پاس کتاب وسنت سے بے شمار دلیلیں ہیں، جبکہ سوائے اخوانی مسلم کو

چھوڑ کر عمومی پیمانے پر دیگر تمام مسلمانوں کی تکفیر کرنے کیلئے سید قطب کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے، بلکہ دلائل اسکے برخلاف ہیں۔

اسی طرح عرعور نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس طرح سید قطب نے منہج پر کلام کیا ہے اتنا کسی دوسرے نے کیا ہو، سید قطب اپنی اکثر تحریروں میں درستگی پر ہیں، اور جب منہج کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ یہاں میں نے منہج سے مراد معاشرے کی تبدیلی، انتخابات، سیاسی قتل لیا ہے اور وہ زمانہ پچھلی صدی کے پچاسویں دہے کی بات ہے۔

جواب: شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے اسکا جواب دیا کہ اسے کچھ بھی علم نہیں ہے وہ جاہل ہے، ہمیں علم ہیکہ سید قطب کے دور کے علماء نے اور بعد کے علماء نے سید قطب کی اکثر باتوں کی مخالفت کی ہے۔

(اقوال العلماء فی ابطال قواعد ومقالات عدنان عرعور نامی کیسٹ)۔

اسی طرح آپ سے سوال کیا گیا کہ سید قطب اگر مجتہد تھے تو وہ بھی اپنی غلطیوں پر اجر کے مستحق ہوں گے؟

جواب: فی الواقع وہ اہل اجتہاد میں سے نہیں تھے اسلئے ان کے بارے میں یہ بات نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ جاہل تھے اسلئے معذور تھے، دوسرے یہ کہ عقیدے کے مسائل میں اجتہاد نہیں چلتا کیوں کہ عقائد توقیفی ہیں۔

*(۵) شیخ صالح بن محمد اللحید ان رحمہ اللہ کے فتاوے:

شیخ صالح بن محمد اللحید ان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن کے اندر عقائد سے متعلق کوئی مشکوک بات پائی جاتی ہے، اور کیا آپ اس کتاب کے پڑھنے کی نصیحت کریں گے یا نہیں؟

جواب: یہ کتاب ایسی چیزوں سے بھری ہوئی ہے جو عقائد کے خلاف ہیں، کیونکہ حقیقت میں اس کتاب کا مصنف اہل علم میں سے تھا ہی نہیں، وہ ایک ادیب تھا، اخوان المسلمون میں آنے سے قبل اس کی تحریریں محض ادب پر ہوتی تھیں، جیسے کہ "حصاد ادبی" "الاطیاف الاربعہ"، اور "طفل من القریۃ" وغیرہ، پھر اس آدمی کے اندر بدلاؤ آیا، اس وقت لوگ باتیں بہت کر رہے تھے گرچہ عمل کچھ نہ ہو، اسی ماحول میں اس شخص نے فی ظلال القرآن نام کی کتاب لکھی ہے، ان شاء اللہ آدمی کے پاس نیکیاں بھی ہوں گی مگر عقائد میں، صحابہ کے حق میں بھیانک غلطیاں کی ہیں، اب وہ اپنی غلطیوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگیا، ہم یہی دعا کریں گے کہ اللہ اسے معاف کرے۔

مگر جہاں تک اسکی کتابوں کا تعلق ہے تو ان سے نہ تو عقائد سیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی شرعی احکام مستنبط کر سکتے ہیں، اور نہ ہی اس طرح کے امور میں ان کتابوں پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

طلبہ کو چاہئے کہ وہ ایسی کتابوں سے دور رہیں اور جو مفید کتابیں ہیں انہیں پر اعتماد کریں۔

بلکہ میں طلبہ کو نصیحت کروں گا کہ وہ متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ کریں، جیسے ائمہ اربعہ،

تابعین اور دیگر معروف علمائے اسلام، جن کا عقیدہ سالم ہو اور علم وتحقیق میں مشہور رہو، اور ایسے علماء بہت ہیں، الحمدللہ، اور انکی کتابیں بھی محفوظ ہیں۔

اور اس تعلق سے اصل مرجع یہ ہیکہ پہلے لوگوں کے اقوال کو کتاب اللہ اور سنت رسول نیز اقوال صحابہ پر پیش کیا جائے کیونکہ یہی لوگ اللہ اور اسکے رسول کی باتیں زیادہ سمجھتے ہیں، اور ان ساری باتوں کو علمائے امت نے اپنی کتابوں میں مدون کر دیا ہے جیسے صحاح، سنن، کتب آثار اور مصنفات وغیرہ۔ اسلئے ضروری ہے کہ طلبہ متاخرین کی کتابوں کو متقدمین کی کتابوں پر فیصل نہ بنائیں۔

سائل نے کہا کہ ایک طالب علم ہے جو اہل سنت اور اہل بدعت دونوں کے مجلسوں میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ اب امت میں اختلاف بہت ہوگیا میں سب کے پاس بیٹھوں گا؟

جواب: شیخ نے کہا کہ ایسا شخص بدعتی ہے، جو حق و باطل کے درمیان فرق نہ کرے اور دعوی کرے اس سے اتفاق ہوگا تو حقیقت میں یہی بدعت ہے، اللہ اسے ہدایت دے۔

(درس فی المسجد النبوی، بتاریخ: ۲۳/ ۱۰/ ۱۴۱۸ھ، تسجیلات منہاج السنہ، ریاض)۔



*(٦) شیخ عبداللہ الغدیان حفظہ اللہ کے فتاوے:

سائل نے کہا کہ عدنان عرعور کا کہنا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ منہج کے بارے میں جتنا کلام سیف قطب نے کیا ہے اس طرح کسی اور نے کیا ہوگا، اور سید قطب نے جو کچھ لکھا ہے ان میں اکثر وہ درستگی پر ہیں، اور انکی عظیم کتابوں میں فی ظلال القرآن، معالم فی الطریق اور لماذا اعدمونی ہے، عدنان عرعور نے دوسری جگہوں پر اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ اس نے ان کتابوں کو نہیں پڑھا ہے، پھر بھی نوجوانوں کو ان کتابوں کے پڑھنے کی نصیحت اور تلقین کرتا ہے، اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: نوجوانوں کو ان کتابوں کے پڑھنے سے روکا جائے گا، وہ قرآن وسنت کی دلالت پر قائم رہیں اور اسی منہج کو اختیار کریں جس پر خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ وتابعین قائم تھے۔

(مصدر: اقوال العلماء فی ابطال قواعد ومقالات عدنان عرعور)۔



*(۷) شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ کے فتاوے:

فتوی ۱: شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ حفظہ سے سید قطب کی کتابوں کے پڑھنے سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا:

سید قطب کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک کاتب اور ادیب تھے، ان علمائے امت میں ان کا شمار نہیں ہوگا جن کے کلام پر علمی مسائل میں اعتماد کیا جاتا ہے، مزید یہ کہ انہوں نے اکثر باتیں جذبات، طیش اور حماس میں آ کر لکھی ہیں کہ جب انسان کا قلم بے قابو ہو جاتا ہے، اور وہ بھیانک غلطیوں میں واقع ہو جاتا ہے، جیسے کہ انہوں نے اللہ کے نبی موسی علیہ السلام کے قصے میں کیا، کہ آپ کو سید قطب نے ایک ایسا لیڈر بتا دیا جو چڑچڑے مزاج والا کوئی متعصب ہو، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب" التصویر الفنی فی القرآن" ص ۱۶۲ کے اندر کہی ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: مثال کے طور پر ہم موسی علیہ الصلاۃ والسلام کو لے لیتے ہیں، وہ پر جوش، متعصب مزاج لیڈر کی ایک مثال ہیں"۔ "وهنا يبدو التعصب القومي كما يبدو الانفعال العصبي)، على قول الله تعالى: {فَوَكَزَهُ مُوسَى}[القصص:(۱۵)]۔

فوکزہ موسی کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں (موسی کی) قومی عصبیت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ تعصب آمیز اشتعال کا بھی اظہار ہوتا ہے.

اسی طرح سورہ قصص کی آیت کے ضمن میں سید قطب نے کہا کہ یہاں پر قومی تعصب کا اظہار

ہے، جس طرح انسان کے اندر شخصی تعصب کا اظہار ہوتا ہے، اور جلد ہی غائب بھی ہو جاتا ہے، جیسے عام طور پر چڑچڑے مزاج والے کے ساتھ ہوتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ) ترجمہ: غرض اس نے شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی، انتظار کرتا تھا، تو اچانک وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اس سے فریاد کر رہا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا یقیناً تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ (القصص:۱۸)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سید قطب نے کہا کہ یہ ایک معروف ہیئت کی تصویر کشی ہے، اس شخص کی ہیئت وشکل جو ہر لمحہ خوف میں ہو اور اسے شر کی توقع ہو، اور یہی چڑچڑے مزاج والوں کی علامت ہے۔

اسی طرح جو کچھ انہوں نے جلیل القدر صحابی رسول وخلیفہ ثالث ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کیا ہے: (" ونحن نميل إلى اعتبار خلافة على رضى الله عنه امتداداً طبيعيّاً لخلافة الشيخين قبله، وأن عهد عثمان [الذى تحكّم فيه مروان] كان فجوة بينهما). (العدالہ الاجتماعیہ ص- ۱۷۲ دار الشروق ۱۴۱۵ھ) ترجمہ: "اور ہم اس طرف مائل ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اپنے سے ما قبل شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم) کی خلافت کا ہی ایک طبعی تسلسل تھی، جہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کا تعلق ہے (جس میں مراون نے حکومت پر قبضہ جما لیا تھا) تو وہ ان دونوں کے

درمیان ایک دراڑ تھا"۔(نعوذ باللہ)

اسی طرح آگے ص ۱۸۶ پر کہا کہ یہ بڑی بدقسمتی کی بات تھی کہ بڑھاپے کی عمر میں عثمان کو خلافت مل گئی، کہ جس وقت ان کے عزائم جواب دے چکے تھے اور وہ مروان اور بنوامیہ کے مکرو فریب کا سد باب نہ کر سکے!!!

اسی طرح آگے ص ۱۸۹ پر کہتے ہیں کہ بالآخر عثمان کے خلاف لوگوں کا حصہ بھڑک اٹھا، اور حق و باطل اور خیر وشر میں کوئی فرق نہیں رہ گیا لیکن اسلامی نظر سے دیکھنے والے کیلئے ضروری ہیکہ وہ اس انقلاب کو عمومی پیمانے پر اسلامی انقلاب سمجھے اور یہ کہ یہ بغاوت اور انقلاب عثمان کے موقف کے مقابلے یا یہ کہہ لیں کہ مروان اور دیگر بنی امیہ کے مقابلے یہ اسلامی روح کے زیادہ قریب تھا!!

اسی طرح انہوں نے جو کچھ سیدنا معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا ہے:

"معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی علی رضی اللہ عنہ پر غالب آنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ ان سے زیادہ لوگوں کی نفسیات سے واقف تھے، اور حالات کی مناسبت سے صحیح قدم اٹھانے میں زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے، بلکہ وجہ یہ تھی کہ وہ دونوں ہر قسم کے حربے استعمال کرنے میں آزاد تھے جبکہ علی رضی اللہ عنہ کو اس جنگ کے وسائل چننے میں ان کو ان کے اعلی اخلاق و کردار نے پابند سلاسل کر رکھا تھا۔جب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جھوٹ، دھوکہ بازی، چالبازی، منافقت، رشوت اور لوگوں کو خریدنے میں تیزی دکھاتے، ایسے

وقت میں علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اتنا نیچے نہیں گرا پاتے چنانچہ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ وہ کامیاب ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ناکام ہو جائیں، اور یہ وہ ناکامی ہے جو تمام کامیابیوں سے بڑھ کر ہے" (کتب وشخصیات ص: ۲۴۲)۔

اسی لئے میں نصیحت کروں گا کہ سید قطب کی کتابوں سے دور رہا جائے اور ایسی کتابیں پڑھی جائیں جو مفید اور قاری کیلئے مامون ہوں۔

یہاں ہم وہی دعا کرتے ہیں جسے اللہ نے ہمیں سکھایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔(الحشر:۱۰)۔

مصدر: ایک ورقے پر لکھا ہوا سوال اور اسکا جواب، بتاریخ:۹/ ٦ /۱۴۲۱ھ)۔

فتوی ۲: شیخ عبد المحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ سے سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ:

یہ کتاب سید قطب کی ہے جس کا شمار معاصر تفاسیر میں ہوتا ہے، اس کی بنیاد رائے اور فکر پر

ہے، نہ کہ نقل اور اثر پر، یعنی یہ تفسیر ماثور نہیں ہے، اور یہ معلوم ہیکہ جو کتاب اللہ کے اندر اپنی رائے اور فکر کی روشنی میں کلام کرتے ہیں ان سے غلطیاں ہوتی ہیں، وہ صحیح بات بھی کہتے ہیں اور بھیانک غلطیاں بھی کرتے ہیں، چنانچہ جو شخص ابھی علم میں پختہ نہ ہو وہ ایسی تفاسیر سے دور ہی رہے، یہی اسکے لئے بہتر ہے، اسے چاہیئے کہ وہ معتبر علماء کی تفاسیر کی طرف رجوع کرے جیسے تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر، اسی طرح متاخرین میں تفسیر سعدی۔ یہ سب علمائے امت ہیں۔

اس جہاں سید قطب کا تعلق ہے تو ایک کاتب اور ادیب تھے یعنی وہ کسی بھی چیز کو ادبی اسلوب میں لکھتے تھے، انکا کلام آثار پر مبنی نہیں ہوتا ہے، یعنی انہوں نے آثار کی روشنی میں کوئی بات نہیں لکھی ہے، بلکہ عقل اور رائے پر مبنی باتیں لکھی ہیں، اسی لئے انہوں نے غلطیاں کی ہیں اور درست کلام سے دور ہو گئے، اور یہی وجہ ہے کہ سید قطب نے اپنی کتابوں میں بہت سی ایسی غیر مناسب باتوں کو نقل کر دیا ہے جنہیں ایک مسلمان اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اسکا اعتقاد رکھ سکتا ہے۔

اور یہاں تک کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ سید قطب نے توحید کی جس طرح شرح کر دی ہے اس طرح کسی نے نہیں کیا ہے تو یہ بات کسی طور بھی صحیح نہیں ہے، توحید کا مطلب اور مفہوم سید قطب اے نہیں لیا جائے گا، بلکہ علمائے محققین سے لیا جائے گا جیسے کہ امام بخاری اور دوسرے وہ علماء جنہوں نے اسانید کے ساتھ اپنی بات رکھی ہے اور احادیث و آثار کی روشنی میں توحید کا مفہوم واضح کیا ہے، انہیں لوگوں نے دراصل توحید کی حقیقت سمجھی ہے، اسی طرح دیگر علمائے امت جنہوں نے علمائے ربانیین سے توحید کو حاصل کیا ہے، توحید کو ادباء اور انشا پردازوں سے نہیں کیا جائے گا، یہی

حقیقت ہے۔

(مصدر: مسجد نبوی کے اندر سنن نسائی کے درس کے دوران ایک سوال کے جواب میں، بتاریخ: ۷/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ)۔



*(٨) محدث مدینہ شیخ حماد بن محمد انصاری رحمہ اللہ کے فتاوے:

شیخ حماد بن محمد انصاری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ سید قطب نے اپنی تصنیف "المعرکہ بین الاسلام والرأسمالیہ" ص ٦١ میں کہا ہے: "اسلام کے لئے واجب ہے کہ وہ حکومت کرے کیونکہ یہی وہ واحد مثبت و انشائی عقیدہ ہے جو عیسائیت اور کمیونزم دونوں سے ملکر کامل بنتا ہے۔ان دونوں کے اہداف اپنے اندر رکھتا ہے، اور توازن، تنظیم اور اعتدال میں ان سے بڑھ کر ہے"۔

اس بات پر تعلیق لگاتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں: (إن كان قائل هذا الكلام حياً فيجب أن يستتاب، فإن تاب وإلا قتل مرتداً، وإن كان قد مات فيجب أن يُبَيَّنَ أن هذا الكلام باطل ولا نكفره لإننا لم نقم عليه الحجة) ترجمہ: اگر اس بات کا کہنے والا (یعنی سید قطب) زندہ ہے تو وجوبا اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کو ارتداد کی حد میں قتل کر دیا جائے گا، اور اگر مر گیا ہے تو یہ بات بتانا لازمی ہے کہ یہ کلام باطل ہے اور ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے اس پر حجت قائم نہیں کیا ہے

(کتاب "العواصم مما في كتب سيد قطب من القواصم" للشيخ المحدث ربيع المدخلي (ص ٢٤)۔

جواب کی تاریخ: ٣/١/١٤١٥ھ)۔



* (۹) شیخ احمد بن یحی النجمی رحمہ اللہ کے فتاوے:

شیخ احمد بن یحی النجمی رحمہ اللہ جازان صوبے سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ جہاں تک قطبیوں کا تعلق ہے تو ان لوگوں نے سید قطب کی کتابوں کو پڑھا اسی کو عقیدہ بنالیا اور اسی کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا، بلکہ اسے ہر طرح کی تعظیم سے نوازا، بایں طور کہ سید قطب نے جو کچھ لکھا اسی کو سچ تسلیم کرلیا گرچہ وہ شرعی دلائل اور منہج سلف کے خلاف ہوں، اور ایسا پتہ آپ اس کلامی بھونچال اور میڈیائی پروپیگنڈوں سے لگا سکتے ہیں جسے اخوانیوں نے شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کے خلاف پھیلا رکھا ہے اسی وقت سے جب سے شیخ نے سید قطب کی فکری اور اعتقادی غلطیوں پر رد لکھا ہے، اسی کو لیکر اخوانیوں نے شیخ کو ظالم سمجھ لیا اور سید قطب کو مظلوم سمجھ کر ہر شیخ کے خلاف آسمان سر پر اٹھا لیا، جب کہ علمی انصاف کا تقاضہ تھا کہ شیخ نے صفحہ اور جلد کے ساتھ سید قطب کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کی طرف رجوع کرتے، جیسے کہ سید قطب نے اللہ کے نبی موسی علیہ السلام پر طعن وتشنیع کیا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کیا اور آپ کو خلفائے راشدین سے نکال دیا، آپ کی خلافت کو ایک دراڑ بتایا، اسی طرح دیگر کئی صحابہ پر بھی طعن وتشنیع کیا، توحید الوہیت سے جہالت اور نابلدی، تاویل صفات میں اشاعرہ کے مذہب پر ہونا، اور بہت سارے عقدی مسائل میں فساد اور بگاڑ کا ہونا، اور اسکے علاوہ بھی بہت کچھ، واللہ المستعان۔

(مصدر: کتاب المورد العذب الزلال فیما انتقد علی بعض المناھج الدعویہ من العقائد والاعمال للشیخ احمد النجمی رحمہ اللہ ص ۲۲۱)۔

* (۱۰) شیخ محمد امان الجامی رحمہ اللہ کے فتاوے:

جامعہ اسلامیہ مدینہ میں شعبہ عقیدہ کے سابق صدر اور مسجد نبوی کے سابق مدرس علامہ محمد امان الجامی رحمہ اللہ نے کہا کہ سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن نہ تو تفسیر ماثور ہے اور نہ تفسیر لغوی ہے، بلکہ یہ انشاء پردازی کے ذریعے اشاعرہ اور وحدت الوجودیوں اور صوفیوں کے آراء واقوال پر مشتمل ہے، وہ خود اشعری تھے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، میں مبتدی طلبہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے دور رہیں، اور کبار طلبہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور اس میں وارد باطل اور منحرف افکار کو مبتدی طلبہ کے سامنے من باب النصیحہ واضح کریں۔

(مصدر: محاضرہ اجابات علی اسئلہ فی منہج اھل السنہ والجماعہ فی الدعوہ الی اللہ، ۳/ ۱۴۱۳ھ)۔

شیخ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو بہت ساری بدعتوں میں مبتلا ہو مثلا وہ کہتا ہو کہ قرآن کو اللہ نے بنایا ہے نہ کہ انسان نے۔ (فی ظلال القرآن: ۵ / ۲۷۲۹)، اور کہتا ہو کہ موسی علیہ السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو چڑچڑے مزاج والا متعصب ہو۔ (التصویر الفنی فی القرآن، ۲۰۰)۔

اس پر شیخ نے جواب دیا کہ یہ کہنا کہ قرآن اللہ کی تخلیق اور کاریگری میں سے ہے انسان کی نہیں، یہ بہت ہی خطرناک قول ہے اس سے بھولے قسم کے لوگ بھٹک جائیں گے، کیوں کہ وہ

یہی سمجھیں گے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے انسان کا نہیں، جبکہ یہاں کاریگری کا مفہوم مخلوق ہے یعنی قرآن اللہ کا مخلوق ہے، اسے انسان نے نہیں اللہ نے بنایا ہے، وہ یہ کہنا چاہتے ہیں، یعنی جو پوری کائنات کا خالق اور صانع ہے وہی قرآن کا بھی خالق اور صانع ہے، اور یہ اللہ کے ساتھ کفر ہے، کیونکہ قرآن مخلوق نہیں اللہ کا کلام ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔(التوبہ:٦)۔

مشرکوں نے اور دوسرے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو کلام سنا وہی قرآن ہے جسے ہم دو دفتی کے درمیان مصحف کی شکل میں دیکھتے ہیں۔اس لئے یہ کہنا کہ قرآن اللہ کی کاریگری ہے. بہت بڑی غلطی اور لوگوں کو شبہے میں ڈالنا ہے۔

سید قطب نے ایک جگہ اللہ کے نبی موسی علیہ السلام کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ چڑچڑے مزاج والے متعصب شخص تھے، کیا انہیں پتہ ہے کہ موسی علیہ السلام کون ہیں؟ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں، کلیم اللہ ہیں، اولو العزم رسولوں میں آپ کا نام ہے، جن کی شان میں گستاخی کرنا کفر وارتداد ہے، جس نے ایک بھی نبی کی شان میں گستاخی کی گویا اس نے تمام انبیاء کی شان میں گستاخی کی، اور کافر ہوگیا، جس طرح کسی ایک بھی نبی کی رسالت کا انکار کفر ہے، کیونکہ ایک کے ساتھ کفر تمام کے ساتھ کفر لازم آتا ہے۔

اور اس طرح کی باتیں بد دین اور ملحدین کرتے ہیں جن کے دلوں میں رسولوں کا کوئی احترام نہیں ہوتا، اور نہ ہی اللہ کی کتابوں کا کوئی احترام ہوتا ہے، سائل اس طرح کے جہنمی سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد کتاب کا نام بھی بتائے تاکہ ہم لوگوں کو اس سے آگاہ کرسکیں۔

اسی طرح سید قطب وحدت الوجود کے قائل تھے، کیا آپ وحدت الوجود کا مفہوم سمجھتے ہیں؟ آج اس کی وضاحت ضروری ہے تاکہ سب لوگ اسکا مفہوم سمجھ کر اس سے دور رہیں، وحدت الوجود کہتے ہیں کہ یہ کائنات ساری کی ساری ایک ہی وجود ہے، یعنی نہ کوئی خالق اور نہ کوئی مخلوق، نہ کوئی رب اور نہ کوئی مربوب، بلکہ سب ایک ہی ہیں، رب بھی وہی مربوب بھی وہی، خالق بھی وہی اور مخلوق بھی وہی، یہی وحدت الوجود ہے، یہی ابن عربی طائی کا دین ہے، نہ کہ ابن العربی المالکی جو ایک بڑے عالم دین ہیں۔

یہ ابن عربی طائی جسکے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کفر لیکر یہ آیا ہے اتنے بڑے کفر کے قائل تو کفار قریش بھی نہیں تھے، کیونکہ اسکا گمان تھا کہ وہ اور اللہ دونوں ایک ہی ہیں، بلکہ پوری کائنات ایک ہی چیز ہے، خالق اور مخلوق سب ایک ہیں، یہی وحدت الوجود ہے، جو اسکا اعتقاد رکھے وہ مرتد ہے۔

اسی طرح سائل نے ذکر کیا کہ سید قطب نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس آدمی پر شیعوں کا اثر اور تشیع کی بیماری ہو، اور یہ تو پہلے کے مقابلے چھوٹی بیماری ہے۔

سائل نے مزید کہا کہ سید قطب نے اپنی کتاب العدالۃ الاجتماعیۃ کے اندر سیدنا عثمان غنی

رضی اللہ عنہ پر بہت سارے اعتراضات کئے ہیں اور طعن و تشنیع کیا ہے۔ بلکہ سائل نے تو یہاں تک کہا کہ العدالۃ الاجتماعیۃ کے اندر مصنف نے جنت و دوزخ پر بھی شک کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کہ مصنف کے اندر عقل پرستوں کی بھی بیماری پائی جاتی تھی ،لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ عقلانی تھے، یہ عقلانی دراصل صحیح حدیثوں تک کو اپنی عقلوں پر پرکھتے ہیں، جو ان کی عقل میں آتی ہے اسے قبول کرتے ہیں اور جو نہیں آتی اسے رد کر دیتے ہیں جیسے دجال، مہدی اور جنت و دوزخ سے متعلق احادیث۔

میں اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی مشکوک کتابوں سے دور رہ کر اپنے علمی مستوی کے اعتبار سے معروف کتابوں کو پڑھیں جو ایسے مصنفین کی ہوں جن کا عقیدہ سالم ہو جن کا منہج درست ہو۔

ایسا نہ ہو کہ ان کے ہاتھ میں جو بھی کتاب آجائے اسے پڑھنا شروع کر دیں کیونکہ عقل پرستوں اور بددینوں کی کتابوں میں بہت سی بدعقیدگی اور منحرف باتیں پائی جاتی ہیں، اور خوش گمانی میں طلبہ انکا دھیان نہیں دیتے، اور اس طرح بآسانی ان کے باطل افکار کا شکار ہو جاتے ہیں۔

صحیح العقیدہ اور سلیم المنہج علماء کی کتابیں ہر فن اور موضوع پر موجود ہیں انہیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف نہ جائیں، اپنی عمر اور علم کے مستوی کے اعتبار سے انہیں کتابوں کو پڑھیں، و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(مصدر: سوال و جواب، مسجد نبوی، بتاریخ: ۲۲/ ۶/ ۱۴۰۴ھ)۔

* (۱۱) شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ کے فتاوے:

سید قطب نے کہا کہ اسلامی معاشرتی نظام ہی دنیا کا وہ واحد نظام ہے جو عالمگیریت کی بنیاد پر قائم ہے کیوں کہ یہی وہ تنہا نظام ہے جس کے اندر تمام اجناس، تمام زبانوں اور تمام عقائد کے لوگ سلامتی ہے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسی نظام کے اندر تمام اجناس، تمام زبانوں اور تمام عقائد کے درمیان مطلق طور پر عدل و انصاف پایا جاتا ہے، ہم ایسے نظام ہے داعی ہیں جسکے اندر تمام دینی عقائد کے حاملین پوری آزادی کے ساتھ رہ سکیں، اور یہ حکومت اور تمام مسلمانوں پر واجب ہیکہ وہ تمام لوگوں کے عقیدے اور عبادت کی آزادی کو یقینی بنائیں، اور غیر مسلمین اپنے دینی امور خود حل کریں، اور یہ کہ تمام باشدگان کیلئے بغیر کسی تمیز کے برابر کے حقوق حاصل ہوں۔ اسی طرح اس نظام کے اندر بغیر رنگ و نسل اور بغیر کسی زبان و قومیت کی تمیز کے ایک ہی طرح کا سلوک روا رکھا جائے کیونکہ انسانی رواداری کے اندر اس طرح کی کوئی تمیز نہیں ہوتی ہے۔ (دراسات اسلامیہ، ص ۸۰)۔

ایک جگہ سید قطب نے کہا کہ دینی تعصب کا طاغوت چکنا چور ہو چکا ہے اور اب اسکی جگہ مطلق آزادی اور رواداری نے اپنی جگہ بنا لی ہے، تا کہ عالم اسلامی کے اندر دوسرے ادیان کے پیروکاروں کو عقیدے اور عبادت میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو، اور جس وقت قتال کو مشروع کیا گیا اور قرآن نے قتال کی حکمت بیان کی تو کہا: (أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [39] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن

يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ) ترجمہ: ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔ [39] وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو بری طرح ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (نصرانیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔ (الحج: ۴۰)۔

آپ دیکھیں گے یہاں پر اللہ تعالی نے یہود ونصاری کی عبادت گاہوں کو مسلمانوں کی عبادت گاہ پر مقدم کر دیا ہے، تاکہ ان کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ ہو بلکہ انہیں مکمل تحفظ حاصل ہو۔ (دراسات اسلامیہ، ص ۱۳)۔

اس پر شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ نے کہا کہ:

پہلی بات:

پہلے یہ کہ اس کلام کے اندر ولاء و براء اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ جیسے اصولوں پر کاری ضرب لگتی ہے، اسے مسلمانوں پر واجب کیا گیا ہے، مزید انھوں نے دینی تعصب اور طاغوت جیسے

جملوں سے دین کا استہزاء کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔(المجادلہ: ۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ غصے ہوگیا، جو آخرت سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں جس طرح وہ کافر ناامید ہو چکے ہیں جو قبروں والے ہیں۔(الممتحنہ: ۱۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ

مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) ترجمہ: یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہوگیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانی) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (الممتحنہ: ۴)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي ذر يا أبا ذر أي عرى الإيمان أوثق ؟ قال الله ورسوله أعلم . قال الموالاة في الله والحب في الله والبغض في الله.

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جانتے ہو ایمان کی کون سی شاخ زیادہ مضبوط ہے

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں حضور نے فرمایا اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے میل جول رکھنا اور اللہ کی خوشنودی کے لئے کسی سے دوستی رکھنا اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کسی سے بغض و نفرت رکھنا۔ (رواه البيهقي في شعب الإيمان)۔

دوسری بات:

دوسرے یہ کہ سید قطب نے لا اکراہ فی الدین والی آیت کو بنیاد بنا کر بہت ہی مبالغہ سے کام لیا ہے اور اسے عقیدے اور عبادت کی آزادی کو یقینی بنانے تک کی بات کہہ دی ہے، اور ایسی آزادی نہ ہونے کی صورت میں دینی تعصب کے طاغوت سے تعبیر کیا ہے۔

سب سے پہلے ہم اس آیت کا مفہوم اور شان نزول دیکھتے ہیں:

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کر، اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں پھر کسی اور جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا، جس کا سینہ کھلا ہوا دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والہ و شیدا ہو جائے گا، ہاں اندھے دل والے بہرے کانوں والے پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے پھر انہیں اگر جبراً اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ؟ کسی پر اسلام کے قبول کرانے کیلئے جبر اور زبردستی نہ کرو۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے، یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے

پاس تھے، جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین کے انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کیلئے سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تاکہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ [سنن ابو داود: ۲۶۸۲، قال الشيخ الألباني: صحيح]۔

کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ انہیں کے ساتھ خاص ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ عام ہے سب کیلئے، لیکن آیت جزیہ سے منسوخ ہے، اور ابن جریر نے اس بات کو راجح کیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل کتاب کیلئے خاص ہے اور وہ لوگ جو ان کے حکم میں آتے ہیں، جن سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے، اس میں مشرکین نہیں آئیں گے خواہ وہ عرب کے ہوں یا غیر عرب کے۔

پتہ چلا کہ معاملہ ویسا کچھ نہیں ہے جس طرح بڑا بنا کر سید قطب نے پیش کیا ہے۔

تیسری بات:

عقیدہ اور عبادت کی آزادی کو سید قطب نے جس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اسے نہ تو اسلام نے کبھی پیش کیا اور نہ ہی مسلمان اسے مانتے ہیں، اللہ نے قتال خو مشروع کیا ہے تاکہ شرک وکفر کا فتنہ ختم ہو جائے، اور حدیث میں اسکا مقصد کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي، دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى

اللَّهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا اللہ کے اور ایمان لائیں مجھ پر (کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں) اور اس پر جس کو میں لے کر آیا (یعنی قرآن پر اور شریعت کے تمام احکام پر جن کو میں لایا) جب وہ ایسا کریں گے تو انہوں نے مجھ سے بچا لیا اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۷)۔

اس طرح یہاں اصل ہدف اور مقصد کفار و مشرکین سے جہاد کرنا ہے تا کہ یخ بڑا ہدف پورا ہو یعنی شرک و کفر اور گمراہی کا خاتمہ ہو، اور اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنا اس طرح اصول اور قاعدے سے ایک استثنائی امر ہے، اور وہ بھی جب جزیہ ادا نہیں کریں گے تو ان سے بھی قتال کیا جائے گا، انکے کفر کی وجہ سے، انکی عورتوں کو بھی لونڈی بنایا جائے گا۔ پھر یہ عقیدے اور دین کی آزادی کہاں پر رہ گئی اسلام کے اندر جس کا دعوی سید قطب کر رہے ہیں؟! ایسی آزادی تو ہمیں صرف حقوق انسانی اور اقوام متحدہ جیسی تنظیموں کے پلیٹ فارموں پر ہی دکھائی دیتی ہے۔ جیسا کہ ملحدین اور جمہوریت پسندوں کا وطیرہ اور مقصد ہے۔ جبکہ اسلام کی نظر میں انسان اللہ کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اب اگر کوئی اس سے روگردانی کرتا ہے تو اسے اس دنیا کے اندر اور آخرت میں بھی ذلت ورسوائی کا سامنا ہوگا۔

چوتھی بات:

سید قطب نے کہا تا کہ عالم اسلامی کے اندر دوسرے ادیان کے پیروکاروں کو عقیدے اور عبادت میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو۔

آخر یہ کس قدر قابل نفریں اور مکروہ بات ہے کہ تمام ادیان باطلہ کے تحفظ کی ذمیداری اسلام پر ڈال رہے ہیں، گویا اسلام انہیں باطل ادیان کی تحفظ کیلئے آیا ہے، بلکہ جراءت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سید قطب نے یہاں تک کہہ دیا کہ انکی عبادت گاہوں کی تحفظ کو مسلمانوں کی عبادت گاہ کی تحفظ پر مقدم کیا جائے گا۔

اس اسلوب اور عبارت میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور خودداری کو خاک میں ملا دیا گیا ہے، اور کفار و مشرکین لو بڑھاوا دیا گیا ہے، بلکہ ولاء و براء کے اصول کو دفن کر دیا گیا ہے، اور کفار سے جس بغض کے اظہار کی بات نصوص میں وارد ہوئی ہے اسے یکسر مسترد کر دیا گیا ہے۔

* اسی اعتقاد اور دین کی آزادی سے متعلق شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا فتوی ہے جو درج ذیل ہے:

سوال: اس وقت ہم آزادی فکر کی دعوت سن رہے ہیں جس سے مراد آزادی عقیدہ و دین ہے، اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: جو یہ عقیدہ رکھے کہ انسان کو آزادی ہے کہ کوئی بھی عقیدہ اور دین اپنائے تو وہ کافر ہے، کیوں کہ جو بھی یہ اعتقاد کرے کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا بھی دین قبول کرنا جائز ہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔ اسے توبہ کرایا جائے گا، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کرنا

واجب ہوگا۔

دین کوئی انسانی فکر نہیں ہے بلکہ یہ وحی الہی ہے، اللہ اسے رسولوں پر نازل کرتا ہے، جس پر اس کے بندے چلتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ فکر کے لفظ کو اسلامی قاموس سے نکال دینا چاہئے کیونکہ اس سے دین وعقیدہ سمجھ کر لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کے درمیان گمراہی اور فساد کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی یہ اعتقاد کرے کہ انسان آزاد ہے کہ وہ کوئی بھی دین اور عقیدہ اختیار کرے تو ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، کیوں کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔ (آل عمران: ۸۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ) ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (آل عمران: ۱۹)۔

اس لئے کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین قبول کرے اور اگر

کوئی یہ اعتقاد کرے کہ انسان آزاد ہے کہ وہ کوئی بھی دین قبول کرسکتا ہے تو اہل علم کی صراحت کے مطابق وہ کافر ہے دین اسلام سے نکل جائے گا۔

(مصدر: العواصم ممافی کتب سید قطب من القواصم، ۵۷)۔



*(۱۲)شیخ صالح بن عبد العزیز آل شیخ کے فتاوے:

شیخ صالح بن عبد العزیز آل شیخ سے پوچھا گیا کہ کیا تفسیر کے فن میں جن کتابوں کے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان میں سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن بھی شامل ہے؟

تو اس پر آپ نے کہا کہ سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن کے اندر بہت ساری جگہوں پر آیات کی تفسیر اچھے اسلوب میں کی گئی ہے، بطور خاص عصر حاضر کے حالات کو دیکھ کر انہوں نے لکھنے کی کوشش کی ہے، اور اسی ادبی اسلوب کی وجہ سے بہت سارے لوگ اسکا اہتمام کرتے ہیں۔

مگر ساتھ ہی اس کتاب کے اندر بہت ساری بدعتیں اور گمراہیاں بھی پائی جاتی ہیں، بلکہ سید قطب کی اس کتاب کے اندر صابونی کی کتاب کے مقابلے زیادہ تحریفات موجود ہیں۔

مثال کے طور پر سید قطب نے استواء کی تاویل کی ہے۔

سورہ اخلاص میں صوفیوں کے عقیدہ وحدت الوجود کی طرف میلان ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک جگہ کہتے ہیں کہ ایمان کی کمی بیشی کا مسئلہ ان کلامی بحثوں سے متعلق ہے جن میں میں دخل نہیں دیتا، یہ بات انہوں نے سورہ انفال کے اندر اللہ کے اس قول کے تحت کہی ہے: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) ترجمہ: (اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب

اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔(الانفال:۲)۔

اسی طرح انہوں نے رب کو الہ اور الہ کو رب سے تفسیر کی ہے، یعنی انکے نزدیک توحید ربوبیت ہی توحید الوہیت ہے اور توحید الوہیت ہی توحید ربوبیت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقادی انحراف ہے، جو بھی اسے پڑھے گا اسکے لئے انحراف کا خطرہ ہے۔

اسی طرح سورہ انعام کی آیت:(وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ) ترجمہ: اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔(الانعام:۱۲۱)۔کے ضمن میں کہا کہ جو مسلم عورتیں لباسوں کے ماڈل میں کافر کمپنیوں کو اپنا پیشوا سمجھ کر انکے لباس پہنتی ہیں انہوں نے گویا انہیں اپنا معبود بنا لیا کیونکہ انہوں نے حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے میں انکی اطاعت کی ہے۔

بلا شبہ سید قطب کا یہ کلام باطل ہے، کیونکہ ایک مسلم عورت جب کسی کافر کمپنی کا لباس پہنتی ہے تو اسے حلال حرام سمجھ کر نہیں پہنتی ہے۔

چنانچہ اطاعت کے ساتھ اعتقاد بھی ضروری ہے کہ جب کوئی کسی کی اطاعت کرے اور یہ اعتقاد بھی رکھے کہ اس نے جو کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے تو پھر ایسی صورت میں وہ اسکو معبود بنائے گا۔

لیکن اگر کوئی کسی کی اطاعت کرتا ہے مگر یہ اعتقاد نہیں رکھتا ہے تو پھر اسکے بارے میں یہ

نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اسے اپنا معبود بنالیا کیونکہ ایک مسلم عورت کسی کافر کپنی کا لباس پہنتی ہے اور وہ حرام ہوتا ہے تو ممکن ہے اسے حرام ہی سمجھ کر پہنتی ہو اس پر وہ گنہگار ہوگی یا یہ بھی ممکن ہے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ایسا کرتی ہو اسکی بنیاد پر اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس طرح سید قطب نے اطاعت انسانی کو مطلق طور پر کفر قرار دیا ہے۔

سید قطب کے اسی اعتقاد کو بعض تنظیموں اور جماعتوں نے اپنا اعتقاد بنا رکھا ہے جو حکم بما انزل اللہ کے مسئلے میں بھی اسی کو لاگو کرتے ہیں۔

اسی طرح سورہ یوسف کی تفسیر میں کہا کہ کچھ لوگ احکام اسلامی کے تعلق سے سوال کرتے ہیں جبکہ وہ جاہلی معاشرے میں رہتے ہیں، جبکہ احکام اسلامی اور فقہ اسلامی مسلم معاشرے کیلئے نازل ہوئے ہیں، یہ احکام جاہلی معاشرے کیلئے نہیں ہیں۔

بلاشبہ یہ منہج حق کے خلاف بات ہے، کیونکہ اسلام کے احکام ان تمام جگہوں کیلئے ہیں جہاں پر بھی مسلمان رہتے ہیں خواہ کسی جگہ ایک ہی مسلمان رہتا ہو۔ اگر وہ دین اسلام سے متعلق سوال کرے گا تو اسے جواب دیا جائے گا، اور دینی احکام دے اسے روشناس کرایا جائے گا، اور سید قطب کا مسلم معاشرے کو جاہلی معاشرہ کہنا یقینی طور پر ظلم ہے۔

اسی طرح سید قطب کے انحرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے سورہ یوسف کے اندر فقہ کی دو قسمیں کردی ہیں: ایک فقہ الاوراق اور دوسرا فقہ الواقع او رفقہ الحرکہ۔

فقہ الاوراق سے مراد انکی یہی فقہ اسلامی ہے جسے ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں، اور فقہ الواقع سے مراد وہ تحریک ہے جسے لیکر وہ اور ان کی جماعت چل رہی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر کہتے ہیں

کہ ہمارا مشن اس وقت فقہ الحرکۃ کا اہتمام کرنا ہے۔اور جہاں تک فقہ الاوراق کا تعلق ہے تو اس نے تو سوائے مدنی دور کے کہیں جنم ہی نہیں لیا ہے۔اس لئے کہ اسکے لئے مسلم معاشرہ چاہیئے جو اسکی تطبیق دے اور جب ہمارے پاس ایسا سماج ہے ہی نہیں تو پھر ہمیں اسکے اہتمام کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس وقت فقہ الحرکۃ اور فقہ الواقع کی ضرورت ہے اسی کا اہتمام کیا جائے۔

اسی طرح سید قطب کے دیگر بہت سارے دین مخالف آراء واقوال ہیں جن سے گریز کرنے کی ضرورت ہے، ایک طالب علم علم نافع کو حاصل کرے اور اسکے لئے سلف صالح کی کتابوں کا مطالعہ کرے،اور جو کتابیں باطل افکار اور تحریفات پر مشتمل ہوں، انسانی آراء واقوال کا مرقع ہوں، کتاب کی دلیلوں سے عاری ہو اور علمائے اہل سنت والجماعہ اسکی تائید نہ کرتے ہوں ایسی کتابوں سے دور رہنے کی ضرورت ہے۔

(مصدر: شرح کتاب مسائل الجاھلیہ للشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ، ساتویں کیسٹ)۔



* (۱۳) شیخ عبداللہ بن محمد الدویش رحمہ اللہ کے فتاوے:

شیخ عبداللہ بن محمد الدویش رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (المورد العذب الزلال فی التنبیہ علی آخطاء الظلا ل) کے مقدمے میں کہا:

سید قطب کی کتاب (فی ظلال القرآن) کے تعلق سے بہت سارے سوالات کئے گئے، لیکن میں نے اس کتاب کو اب تک نہیں پڑھا تھا، لہذا میں نے پہلے اسے شروع سے لیکر آخر تک پڑھا، تو دیکھا کہ اس میں بہت ساری غلطیاں ہیں، بالخصوص اہل سنت والجماعہ کے عقیدے سے متعلق، اس لئے میں نے سوچا کہ اس پر تنبیہ کی جائے تا کہ لوگ اس کتاب سے دھوکے میں نہ رہیں، اور شروع کرنے سے پہلے میں اس کے بارے میں چند امور پر تنبیہ کروں گا:

پہلا: ایک ہی غلطی کو کئی بار دہرایا گیا ہے، اسی لئے میں اسے ایک یا دو بار ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

دوسرا: کچھ لوگ غلطیوں پر تنبیہ کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں حالانکہ علمائے امت صحابہ ہی کے دور سے ایک دوسرے کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے چلے آئے ہیں۔

تیسرا: کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ مولف نے اس کتاب کو اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل میں لکھی ہے لیکن یہ کہیں بھی صراحت نہیں آئی ہے، جبکہ زندگی کے آخری مراحل میں لکھنے کی صراحت ہے۔

شیخ الدویش رحمہ اللہ نے کہا: جلد نمبر ۳ ص ۱۲۶۱ پر سید قطب نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے

ہوئے کہا:

(وَلَا نَدْخُلُ هُنَا فِي طَبِيعَةِ الْوَزْنِ وَحَقِيقَةِ الْمِيزَانِ - كَمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُتَجَادِلُونَ بِعَقْلِيَّةٍ غَيْرِ إِسْلَامِيَّةٍ فِي تَارِيخِ الْفِكْرِ " الْإِسْلَامِيِّ " !.. فَكَيْفِيَّاتُ أَفْعَالِ اللَّهِ كُلُّهَا خَارِجَةٌ عَنِ الشَّبِيهِ وَالْمَثِيلِ. مُنْذُ كَانَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ .. وَحَسْبُنَا تَقْرِيرُ الْحَقِيقَةِ الَّتِي يَقْصِدُ إِلَيْهَا السِّيَاقُ .. مِنْ أَنَّ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ بِالْحَقِّ، وَأَنَّهُ لَا يُظْلَمُ أَحَدٌ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ، وَأَنَّ عَمَلًا لَا يُبْخَسُ وَلَا يُغْفَلُ وَلَا يَضِيعُ.)

ترجمہ: یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ وزن اور میزان کی شکل کیا ہوگی جس طرح کہ فکر اسلامی کی تاریخ میں غیر اسلامی سوچ کے طرز پر لوگوں نے اس مسئلے پر بحث کی ہے! کیونکہ اللہ کے افعال کی شکل وصورت اور کیفیات تشبیہ وتمثیل سے خارج ہیں، خود اللہ تبارک وتعالی کی کوئی مثال نہیں، اسلئے ہم قرآن ہی کے فرمان پر اکتفا کرتے ہیں جس پر سیاق دلالت بھی کرتا ہے کہ اس دن حساب برحق ہوگا اور انسان کے کسی بھی عمل میں نہ کمی ہوگی، نہ وہ شمار سے رہ جائے گا اور نہ ہی ضائع ہوگا۔

اسکے بعد شیخ نے کہا: موصوف کا یہ کہنا کہ یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ وزن اور میزان کی شکل کیا ہوگی۔

اگر اس سے مراد یہ ہیکہ اس بارے میں بلا علم کے بحث کی گئی ہے تو یہ صحیح ہے لیکن اگر مقصود یہ ہیکہ علم کے ساتھ بحث کی گئی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ میزان کے تعلق سے وہی لیا جائے گا جو دلائل کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے، اور یہ کہ میزان سے مراد حقیقی میزان ہے جسکے دو پلڑے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی، اور وہ بوجھل اور ہلکا ہوگا، کچھ اعمال کو ایک پلڑے میں اور کچھ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا،

اور بعض لوگ ہلکا ہونے کے باوجود بھی میزان کے اندر احد پہاڑ سے بھی زیادہ بوجھل ہوں گے۔

اس طرح کی بہت ساری صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کا انکار سوائے اہل بدعت کوئی نہیں کرسکتا جیسے معتزلہ اور انکے جیسے دیگر اہل بدعت۔

آگے شیخ الدویش رحمہ اللہ نے کہا:

۴۷/ویں جگہ

ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے، پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہ شب سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے (الأعراف: ۵۴)۔

اسی طرح کی آیت سورہ یونس میں بھی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے (یونس: ۳)۔

جس کے تحت جلد نمبر ۳ ص ۱۲۶۷ پر سید قطب نے استوائے عرش کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

(وَالِاسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ. كِنَايَةٌ عَنْ مَقَامِ السَّيْطَرَةِ الْعُلْوِيَّةِ الثَّابِتَةِ الرَّاسِخَةِ، بِاللُّغَةِ الَّتِي يَفْهَمُهَا الْبَشَرُ وَيَتَمَثَّلُونَ بِهَا الْمَعَانِي، عَلَى طَرِيقَةِ الْقُرْآنِ فِي التَّصْوِيرِ (كَمَا فَصَّلْنَا هَذَا فِي فَصْلِ التَّخْيِيلِ الْحِسِّيِّ وَالتَّجْسِيمِ مِنْ كِتَابِ التَّصْوِيرِ الْفَنِّيِّ فِي الْقُرْآنِ).

وَ "ثُمَّ" هُنَا لَيْسَتْ لِلتَّرَاخِي الزَّمَانِيِّ، إِنَّمَا هِيَ لِلْبُعْدِ الْمَعْنَوِيِّ. فَالزَّمَانُ فِي هَذَا الْمَقَامِ لَا ظِلَّ لَهُ. وَلَيْسَتْ هُنَاكَ حَالَةٌ وَلَا هَيْئَةٌ لَمْ تَكُنْ لِلَّهِ - سُبْحَانَهُ - ثُمَّ كَانَتْ. فَهُوَ - سُبْحَانَهُ - مُنَزَّهٌ عَنِ الْحُدُوثِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ. لِذَلِكَ نَجْزِمُ بِأَنَّ "ثُمَّ" هُنَا لِلْبُعْدِ الْمَعْنَوِيِّ، وَنَحْنُ آمِنُونَ مِنْ أَنَّنَا لَمْ نَتَجَاوَزِ الْمِنْطَقَةَ الْمَأْمُونَةَ الَّتِي يَحِقُّ فِيهَا لِلْعَقْلِ الْبَشَرِيِّ أَنْ يَحْكُمَ وَيَجْزِمَ. لِأَنَّنَا نَسْتَنِدُ إِلَى قَاعِدَةٍ كُلِّيَّةٍ فِي تَنْزِيهِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَعَاقُبِ الْهَيْئَاتِ وَالْحَالَاتِ، وَعَنْ مُقْتَضَيَاتِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ.)

ترجمہ: تخت پر مستوی ہونے کا مطلب یہ ہیکہ اسکو اس کائنات پر پورا کنٹرول ہے، اور یہ انداز اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں، دراصل قرآن کریم مجرد معانی اور مفاہیم کو بھی حسی انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ عام لوگوں کے فہم وادراک کے قریب ہو جائیں۔ ہم نے کتاب (التصویر الفنی فی القرآن) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ قرآن کریم کس طرح تخیل کو حسی تصور دیتا ہے۔

اور یہاں پر لفظ (ثم) ترتیب زمانی کیلئے نہیں ہے بلکہ بعد معنوی کیلئے ہے، کیونکہ اس وقت زمانے کا کوئی سایہ نہیں تھا اور نہ ہی اس وقت کوئی حالت اور ہیئت تھی کہ پہلے وہ اللہ کیلئے نہیں تھی پھر بعد میں ہوگئی، اللہ تعالی حدوث اور اس سے متعلق زمان ومکان سے پاک ہے، اسی لئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ لفظ (ثم) یہاں پر بعد معنوی کیلئے ہے اور ہم مطمئن ہیں کہ ہم اس مقام سے تجاوز نہیں کریں گے

جہاں پر انسانی عقل فیصلے لیتی ہے۔ کیونکہ ہم تنزیہ باری تعالی کے تعلق سے قاعدہ کلیہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ہم ہیئت وحالت اور زمان ومکان سے پاک سمجھتے ہیں۔

اسکے بعد شیخ نے سورہ رعد، سورہ طٰہ، سورہ فرقان اور سورہ سجدہ کی تفسیر سے سید قطب کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہا:

سورہ حدید کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا: (هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ) ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔ (الحدید: ۴)۔

جلد نمبر ۶ ص ۳۴۸۰ پر سید قطب نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

(وَكَذَلِكَ الْعَرْشُ. فَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِهِ كَمَا ذَكَرَهُ وَلَا نَعْلَمُ حَقِيقَتَهُ. أَمَّا الِاسْتِوَاءُ عَلَى الْعَرْشِ فَنَمْلِكُ أَنْ نَقُولَ: إِنَّهُ كِنَايَةٌ عَنِ الْهَيْمَنَةِ عَلَى هَذَا الْخَلْقِ. اسْتِنَادًا إِلَى مَا نَعْلَمُهُ مِنَ الْقُرْآنِ عَنْ يَقِينٍ مِنْ أَنَّ اللَّهَ - سُبْحَانَهُ - لَا تَتَغَيَّرُ عَلَيْهِ الْأَحْوَالُ. فَلَا يَكُونُ فِي حَالَةِ عَدَمِ اسْتِوَاءٍ عَلَى الْعَرْشِ، ثُمَّ تَتْبَعُهَا حَالَةُ اسْتِوَاءٍ. وَالْقَوْلُ بِأَنَّنَا نُؤْمِنُ بِالِاسْتِوَاءِ وَلَا نُدْرِكُ كَيْفِيَّتَهُ لَا يُفَسِّرُ قَوْلَهُ تَعَالَى: ثُمَّ اسْتَوَى.. وَالْأَوْلَى أَنْ نَقُولَ: إِنَّهُ كِنَايَةٌ عَنِ الْهَيْمَنَةِ كَمَا ذَكَرْنَا. وَالتَّأْوِيلُ هُنَا لَا يَخْرُجُ عَلَى الْمَنْهَجِ الَّذِي أَشَرْنَا إِلَيْهِ آنِفًا لِأَنَّهُ لَا يَنْبُعُ مِنْ مُقَرَّرَاتٍ وَتَصَوُّرَاتٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِنَا)۔

ترجمہ: اور اسی طرح عرش کا معاملہ ہے کہ ہم اس پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح اللہ نے اسکا تذکرہ کیا ہے، اور ہم اسکی حقیقت سے واقف نہیں ہیں، اور رہی بات یہ کہ اللہ نے عرش پر استواء حاصل کیا تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد اس کائنات پر مکمل کنٹرول ہے، کیوں کہ قرآن مجید نے واضح طور

پر یہ بات کہہ دی ہے کہ اللہ تعالی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل نہیں ہوتا، اسلئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی وقت عرش پر نہ ہو اور بعد میں اس پر متمکن ہوا ہو، اور یہ بات کہ ہم استواء پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت نہیں جانتے یہ ایسی بات ہے جو اللہ کے قول (ثم استوی علی العرش) کی تفسیر نہیں کرتا، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اس سے مراد کائنات کے اقتدار اعلی اور اس پر مکمل کنٹرول کو لیں، اور اس قسم کی تفسیر سے اس اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جو میں نے ابھی بیان کیا ہے؛ کیونکہ اس کنایہ میں ہم نے اپنا کوئی خیال پیش نہیں کیا ہے۔

اسکے بعد شیخ الدویش رحمہ اللہ نے کہا:

میں کہتا ہوں کہ یہ معطلہ جہمیہ کا گمراہ قول ہے، اور یہ کتاب وسنت نیز اجماع امت کے خلاف بھی ہے، کیونکہ جہمیہ نے قرآن کے کسی لفظ کے انکار کی صراحت نہیں کی ہے مگر معنی مراد میں سلف کی مخالفت کی ہے، چنانچہ یہ استوی کا معنی غلبہ بتاتے ہیں جو کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جہم بن صفوان نے بتایا تھا اور یہ جعد بن درہم کا شاگرد ہے۔

اور یہاں پر سید قطب نے جو یہ کہا ہے کہ (تخت پر مستوی ہونے کا مطلب یہ ہیکہ اسکو اس کائنات پر پورا کنٹرول ہے، اور یہ انداز اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں، دراصل قرآن کریم مجرد معانی اور مفاہیم کو بھی حسی انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ عام لوگوں کے فہم وادراک کے قریب ہو جائیں)۔

یہ کلام کئی وجوہ سے باطل ہے کچھ لوگوں نے چالیس وجوہات ذکر کی ہیں۔

انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ استواء کی یہ تفسیر لغت عرب میں معروف نہیں ہے۔ ماہر لغت ابن الاعرابی سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ اسے عرب نہیں جانتے ہیں، آپ کا شمار کبار ائمہ لغت میں ہوتا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہیکہ استواء کو غلبہ اور تسلط کے معنی میں کہنے سے عرش کی تخصیص ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ

غلبہ تو تمام مخلوق پر ہے پھر عرش کو لانے کا کیا فائدہ۔

ایک وجہ یہ بھی ہیکہ یہ تفسیر بالرائے ہے، ایسی تفسیر جو نہ کسی صحابی نے کی ہے اور نہ ہی کسی تابعی نے اور نہ ہی ائمہ امت نے یہ تفسیر کی ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے تعلق سے بلا علم کوئی بات کہنا گناہ کبیرہ ہے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ (یہاں پر (ثم) ترتیب زمانی کیلئے نہیں ہے بلکہ بعد معنوی کیلئے ہے) تو یہ باطل ہے، کیونکہ حقیقت میں یہ ترتیب معنوی کیلئے ہے، وہ اس طرح کہ استواء علی العرش تخلیق ارض وسماء کے بعد ہے، اور اگر اسے غلبہ اور تسلط کے معنی میں لے لیا جائے تو عرش کا تخلیق ارض وسماء سے پہلے ہونا لازم آئے گا جو کہ اللہ کے تسلط سے خارج ہوگا، اور یہ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ (کیونکہ اس وقت زمانے کا کوئی سایہ نہیں تھا اور نہ ہی اس وقت کوئی حالت اور ہیئت تھی کہ پہلے وہ اللہ کیلئے نہیں تھی پھر بعد میں ہوگئی)۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے صفت استواء کا معطل کرنا لازم آتا ہے جس سے کہ اللہ تعالی نے خود کو متصف کیا ہے، اور ہم کسی مفروضہ کلام کی وجہ سے اللہ کی کسی صفت کو معطل نہیں کر سکتے، اور نہ ہی اسکا نام حالت اور ہیئت رکھیں گے، امام احمد نے کہا کہ طعن وتشنیع کرنے والوں کے طعن وتشنیع کی وجہ سے ہم اللہ کی کسی صفت کو ختم نہیں کریں گے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی حدوث سے پاک ہے۔ یہ کہنا یہاں پر درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے خود اپنے کو استواء علی العرش سے متصف کیا ہے اور اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے، اور یہ کہ یہاں پر حدوث سے متصف کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالی کو مخلوق پر وہ اس نہیں کر سکتے، اور اللہ کی ذات جس چیز سے پاک ہے وہ مخلوق کی تشبیہ وتمثیل ہے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ (کیونکہ ہم تنزیہ باری تعالی کے تعلق سے قاعدہ کلیہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ہم ہیئت وحالت اور زمان ومکان سے پاک سمجھتے ہیں)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جہمیت ہے، شیخ

الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جب عمران بن حصین کی حدیث بیان کی جس میں ہے کہ اللہ تعالی تھا اور اس وقت کوئی چیز نہیں تھی، اور اسکا عرش پانی پر تھا۔ تو کہا کہ بعض ملحدوں نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسی طرح آج بھی ہے جیسے اس وقت تھا۔

یہاں پر آپ نے جہمیہ اہل کلام کو مراد لیا ہے جو صفات کی نفی کرتے ہیں اسی میں استواء علی العرش اور نزول بھی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ازل میں اللہ عرش پر مستوی نہیں تھا اور اس وقت وہ اسی حال میں ہے۔ چنانچہ وہ عرش پر نہیں ہے کیونکہ اس سے تغیر حال کا ہونا لازم آتا ہے۔ مجموع الفتاوی: ۲/ ۲۷۳۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ (پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، یہ کائنات اگر بلند ہے تو عرش الہی بلند تر ہے)۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ شک کرنے والے متحیر شخص کا کلام ہے، اسے یہ نہیں معلوم کہ نفس مسئلہ میں اہل سنت والجماعہ کا کیا قول ہے اور اہل بدعت کا کیا قول ہے۔ یہاں پر واجب یہ تھا کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ علو عرش حقیقت ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعہ نے کہا ہے کہ استوی کا معنی بلند ہونا ہے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ (اور اگر یہ کائنات عظیم ہے تو تو عرش الہی عظیم تر ہے)۔ تو میں کہوں گا کہ یہ ان اہل بدعت کی تاویل ہے جو استواء کو علو کے حقیقی معنی میں نہیں لیتے ہیں بلکہ وہ اسکا مجازی معنی بتاتے ہیں۔

اسی طرح موصوف نے سورہ طہ، سورہ فرقان، سورہ سجدہ اور سورہ حدید کے اندر استواء پر کلام کیا ہے وہ سب باطل اور اہل سنت والجماعہ کے اقوال سے مخالف تفسیر ہے۔

جن لوگوں نے صفت استواء کا انکار کیا یا اسکی تاویل کی ہے ان کے رد میں علمائے امت نے کتابیں لکھی ہیں اور اسے رد کیا ہے، انہیں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ بھی ہیں جنھوں نے چالیس وجوہات سے اس پر رد کیا ہے، اسکے لئے دیکھیں: مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیہ والمعطلہ واجتماع الجیوش الاسلامیہ، ومجموعۃ التوحید، ص ۵۹، والدرر السنیہ: ۳/ ۳۳۶۔

شیخ الدویش رحمہ اللہ نے آگے کہا:

۱۵۹/ ویں جگہ

ارشاد باری تعالی ہے:(تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ) ترجمہ: جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (المعارج:۴)۔

جلد نمبر ۶ ص ۳۶۹۶ پر سید قطب نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

(وَلَمْ نُكَلَّفْ أَنْ نَدْرِيَ - طَبِيعَةَ هَذِهِ الْمَهَامِّ، وَلَا كَيْفَ يَصْعَدُ الْمَلَائِكَةُ، وَلَا إِلَى أَيْنَ يَصْعَدُونَ.)

ترجمہ: اور نہ ہی ہمیں اللہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ ہم جانیں کہ ان کی یہ دوڑ دھوپ کن معاملات کے لئے ہوتی ہے اور نہ یہ کہ یہ فرشتے کس طرح چڑھتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں چڑھ کر؟

میں کہتا ہوں کہ موصوف کا یہ کہنا کہ (اور کہاں جاتے ہیں چڑھ کر؟) ایسا کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ چیز معلوم ہے اور وہ یہ کہ فرشتے اللہ کے پاس جاتے ہیں، اور اس سے اور اس طرح کی دیگر آیتوں سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق پر بلند ہے۔

ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالی یہاں بتا رہا ہے کہ فرشتے اور جبریل سب اللہ کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، (الیہ) میں ھاء کی ضمیر کا مرجع لفظ جلالہ ہے۔اور یہ چیز بہت ہی واضح ہے، مگر اہل بدعت معطلہ اللہ کے علو کا انکار کرتے ہیں اسی لئے وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

(مصدر: المورد العذب الزلال فی التنبیہ علی أخطاء الظلال للشیخ الدویش رحمہ اللہ، ص ۶۸، ۲۵۸،۷۶)۔

*(۱۴) شیخ عبید الجابری حفظہ اللہ کے فتاوے:

سید قطب نے کہا کہ جس ذات نے اس قرآن کو نازل کیا ہے، اسی نے زمین و آسمان کو بھی پیدا کیا ہے، سو یہ قرآن بھی آسمان و زمین کی طرح ایک کائناتی مظہر ہے جو اوپر سے اترا ہے۔ (فی ظلال القرآن: ۴/ ۲۳۲۸)۔

شیخ عبید جابری حفظہ اللہ سابق استاذ جامعہ اسلامیہ سے سید قطب کی کتاب فی ظلال القرآن کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس میں غلطیاں ہیں؟

اس پر شیخ نے کہا کہ مصنف کا مقصد گرچہ ٹھیک ہو مگر یہ کتاب غلطیوں سے بھری پڑی ہے، جیسا کہ مجھے معلوم پڑ رہا ہے شیخ عبد اللہ الدویش رحمہ اللہ نے اس کے اندر ۱۸۱/ غلطیاں واضح کی ہیں، اور میں نے بھی بعض غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، جیسے کہ انہوں نے سورہ طہ کے اندر کہا کہ یہ قرآن بھی آسمان و زمین کی طرح ایک کائناتی مظہر ہے جو اوپر سے اترا ہے۔ یہ بات انہوں نے سورہ طہ کے اندر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہی ہے: (تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى) ترجمہ: اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔ (طہ: ۴)۔

سوال یہ ہیکہ سید قطب کی عبارت کا کیا مفہوم ہے؟ کیسے یہ سمجھ لیا گیا کہ قرآن مخلوق ہے؟ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نہیں ایسی بات نہیں ہے، سید قطب نے یہ کب کہا کہ قرآن مخلوق ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے پھر کائناتی مظہر کا کیا معنی ہے؟ ظاہر سی بات ہے کہ اس مخلوق ہی

مراد ہے،اور سید قطب اسی کا اعتقاد رکھتے تھے،اور فی الواقع یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

دوسری جگہ: سورہ اخلاص کے اندر سید قطب کی تفسیر پڑھی جہاں پر وحدت الوجود اور عقیدہ جبر کو ثابت کیا گیا ہے، یعنی بندہ مجبور محض ہے اسے کوئی اختیار نہیں ہے۔

یہاں پر میرے تین مواقف ہیں:

پہلا: سید قطب نے غلطی کی ہے، اگر وہ باحیات ہوتے تو ہم ان سے رجوع کیلئے کہتے اور ان پر حجت قائم کیا جاتا، نہیں مانتے تو ان پر کفر کا فتوی لگایا جاتا کیوں کہ یہ کفریہ عقائد ہیں۔

دوسرا: سید قطب ہوں کہ محمد غزالی، مودودی ہوں کہ ندوی اور محمد قطب ان میں سے کسی کی بھی کتاب کو بچوں پر واجب نہیں کیا جا سکتا یہ کہہ کر کہ یہ ائمہ اسلام میں سے ہیں، اسی طرح ترابی کو بھی شامل کر لیں، مبتدی طلبہ کو ان کی کتابوں سے دور رکھا جائے، ان کی کتابوں کو پڑھ کر کوئی معتزلی ہوگا کوئی صوفی ہوگا کوئی جہمی تو کوئی وحدت الوجودی ہوگا کوئی ملحد تو کوئی خارجی ہوگا اور اس مسکین کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

تیسرا: جو لوگ بھی ان سب کی کتابیں پھیلاتے ہیں اور انہیں معلوم ہیکہ ان کتابوں میں کیا مصیبت اور بلاء ہے، اللہ کی قسم! وہ لوگ امت کے خائن ہیں، دھوکے باز ہیں، اور مجھے خوف ہیکہ ان پر یہ حدیث منطبق ہو جائے جس میں وارد ہوا ہے کہ لعنت ہو اس شخص پر جس نے کسی بدعتی کو پناہ دیا۔ سید قطب اور ترابی جیسے لوگوں کی کتابوں سے متعلق یہ میرے تین مواقف تھے۔

(مصدر: محاضرہ " اجتنبوا السبع الموبقات" کے عنوان سے، کیسٹ، بتاریخ: ۱۱/ ۲/ ۱۴۲۳ھ)۔

*(۱۵)شیخ زید بن محمد المدخلی حفظہ اللہ کے فتاوے:

شیخ نے ایک ایسے شخص سے مناقشہ کے دوران یہ بات کہی جس نے دوران مناقشہ سید قطب کی تعریف کی اور ان پر نقد کرنے والوں کی مذمت کی، چنانچہ آپ نے اس وقت کہا:

پہلا وقفہ: میں کہتا ہوں کہ آپ نے جس طرح سید قطب اور حسن بنا کی تعریف کی ہے اسی طرح انکی بنیادی غلطیوں اور تخریبی افکار کو بھی بیان کر دیتے تا کہ لوگوں کیلئے عقل و فطرت اور دین واخلاق کے اعتبار سے باعث تحفظ ہوتا، ان فکری اور عقدی انحراف اور غلطیوں میں سے کچھ یہ ہیں:

۱-سید قطب نے امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر نفاق، جھوٹ، خیانت، فریب اور ایجنٹ خریدنے کا الزام لگایا ہے۔

۲-سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مختلف الزامات لگاتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ انکی خلافت عمر اور علی رضی اللہ عنہم کے درمیان ایک دراڑ تھی۔

۳-اسی طرح صفات باری کی تاویل کی ہے،عرش اور میزان کی بھی تاویل کی ہے۔

۴-سید قطب نے بغیر کسی استثناء کے کہا ہے کہ اس وقت کوئی ایسا مسلم معاشرہ نہیں ہے جہاں پر اللہ کی شریعت نافذ ہو۔(فی ظلال القرآن:۴/ ۲۱۲۲)۔

۵-دیار اسلام میں پائی جانے والی مساجد کو سید قطب نے جاہلی عبادت گاہ سے تعبیر کیا ہے۔ (فی ظلال القرآن:۳/۱۸۱۶)۔

۶- سید قطب نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر حاکمیت، خلق اور اختیار سے کی ہے، اور جو اسکی حقیقی تفسیر ہے اسے چھوڑ دیا ہے یعنی توحید الوہیت۔(فی ظلال القرآن: ۲/ ۱۰۰۵)۔

۷- سید قطب کے نزدیک عقائد کے باب میں اخبار آحاد حجت نہیں ہیں، اور یہ اہل سنت والجماعہ کے مذہب کے خلاف ہے۔(فی ظلال القرآن: ۶/ ۴۰۰۸)۔

۸- سید قطب نے اسلام مخالف تخریبی نظام اشتراکیت کے بارے میں ایک طویل کلام کے بعد کہا کہ حکومت کو یہ اختیار ہیکہ وہ لوگوں کی ساری دولت اور ملکیت چھین کر اسے نئے سرے سے تقسیم کر دے۔(معرکۃ الراسمالیہ والاسلام، ص ۴۴)۔

۹- ولاء و براء کے تعلق سے صراحت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں اور غیر حربی کافروں کے درمیان آپسی ربط اور مودت مشروع ہے۔(نحو مجتمع اسلامی، ص ۱۱۹)۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار غلطیاں اور گمراہیاں ہیں جن میں سید قطب واقع ہوئے ہیں، آپ پر ضروری تھا کہ طلبہ کو ان کی ان گمراہیوں کی طرف بھی اشارہ کر دیتے تا کہ وہ آگاہ رہتے ہاں وہ شخص جو ان غلطیوں کو نہیں جانتا اسکے لئے عذر ہے۔

مگر چونکہ تزکیہ گواہی ہوتی ہے اسلئے کسی کا تزکیہ بغیر درست جانکاری کے نہیں ہونی چاہئے ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔(الزخرف: ۸۶)۔

اور جہاں تک سید قطب اور حسن بنا جیسے دور جدید کے اصحاب فکر کا موازنہ کبار اصحاب علم اور

ائمہ دین سے کرنے کا تعلق ہے جیسے کہ ابن حجر، نووی، ابن الجوزی، ابن عطیہ اور خطابی وغیرہ تو یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ ان ائمہ دین کے پاس اس قدر دینی علوم اور خدمات ہیں کہ وہ انکی بعض غلطیوں کو ڈھانپ لیں گی، اور جہاں تک ان ادباء اور مفکرین کی بات ہے تو انکے پاس وہ دینی علوم کا خزانہ اور دینی خدمات نہیں ہیں جو ان کی غلطیوں کو ڈھانپ سکیں، اسی طرح مذکورہ ائمہ دین کی کتابوں سے بھی انکی کتابوں کا موازنہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان سب کی کتابوں میں علم شرعی نام کی کوئی چیز نہیں ہے، سوائے سیاسی طور پر لوگوں کے جذبات بھڑکانے، عوام کو گمراہ کرنے اور انہیں بیوقوف بنانے کے۔ ان ائمہ دین کے مقابلے انکی کوئی حیثیت نہیں ہے، کہاں وہ ثریا اور یہ پاتال۔

* مناقشہ کے دوران اس شخص نے کہا کہ ان دونوں کے یہاں جو بھی تھوڑی غلطیاں ہیں وہ سب تاویل کی حد تک ہیں جو تکفیر تک نہیں لے جاتیں۔

اس پر شیخ نے کہا کہ میں کہتا ہوں:

پہلی بات یہ کہ مذکورہ جن فکری اور عقدی انحرافات اور غلطیوں کا میں نے ذکر کیا ان کے بارے میں معمولی اور تھوڑی غلطی کہنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھیانک اور خطرناک غلطیاں ہیں۔ اور کیا یہی صحیح منہج ہے جس پر چل کر زمین سے ظلم وزیادتی اور برائی کو ختم کیا جا سکتا ہے؟! کیا ظلم کو ظلم سے ختم کیا جاتا ہے؟ کیا دعوت اور جہاد کے باب میں حسن بنا اور سید قطب کا منہج درست ہے؟ کیا قتل وخونریزی اور فساد کے ذریعے فساد کو مٹایا جا سکتا ہے؟!

مصدر: کتاب الارھاب وآثارہ علی الافراد والامم، ص ۱۰۱)۔

*(١٦)شیخ صالح بن سعد السحیمی حفظہ اللہ کے فتاوے:

شیخ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جو بہت سارے بدعات کا مرتکب ہے جیسے کہ وہ کہتا ہے کہ قرآن اللہ کی کاریگری ہے، موسی علیہ السلام ایک چڑچڑے مزاج والے متعصب شخص تھے، وہ وحدت الوجود کا قائل ہے، وہ اپنی کتاب العدالۃ الاجتماعیۃ کے اندر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتا ہے، جنت اور دوزخ پر شک کرتا ہے، جہمیہ اور اشاعرہ کئے منہج پر بہت سارے صفات کا منکر ہے، ساری امت کی تکفیر کرتا ہے سوائے اپنی جماعت کے، اور کہتا ہے کہ توحید ربوبیت کیلئے رسولوں کو مبعوث کیا گیا اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر حاکمیت سے کرتا ہے۔

سوال یہ ہیکہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اسے بدعتی کہیں گے؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدعتی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ حجت قائم نہیں کی ہے، اور اسی طرح اس نے ابن کثیر سے بعض تفسیر کو نقل کیا ہے، تو کیا کتب سلف سے نقل کر دینا کافی ہے، اس بارے میں تفصیلی کلام کی گزارش ہے، جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء؟

جواب: شیخ نے کہا کہ حجت اور علم کا قائم کرنا یقینا ضروری ہے اس شخص پر جو دین اسلام پر قائم ہو، اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو اور پھر اسکے نواقض کا مرتکب ہوگیا ہو، لیکن میں فرق کرتا ہوں ایسے شخص کے درمیان جو بدعت ہی کو اپنا منہج بنالے اور اسی منہج پر سارے امور کی بنیاد رکھے، اور اس شخص کے درمیان جو صرف کسی بدعت کا مرتکب ہو وہ بدعت کو

اصول اور منہج نہ بنائے، چنانچہ جو اپنی دعوت میں بدعت ہی کو منہج اور اصول بنائے وہ یقیناً بدعتی ہے، بلکہ وہ بڑے بدعتیوں میں شمار ہوگا، اور اگر جہالت نہ ہوتی تو اس پر بدعت سے بڑا حکم لگایا جا سکتا تھا لیکن ظاہر یہی ہوتا ہے کہ وہ بندہ دینی اور عقدی اصولوں سے جاہل ہے، جہلاء اور ادباء کے تعلق سے سلف کا یہی موقف ہے کہ چونکہ انہوں نے جہالت کے باوجود دینی اور عقدی امور کو اہل علم کی طرف نہیں پلٹایا جو کہ واجب تھا، اسلئے ایسا شخص بدعتی ہے اور اسکا منہج بھی بدعتی ہے۔

اور جہاں تک حجت کے قیام کی بات ہے تو یہ اسکے اور اللہ کے بیچ کا مسئلہ ہے، البتہ عمل تو واضح ہے کہ یہ بدعت ہے، چنانچہ اگر وہ اللہ کے نزدیک جاہل ہوگا تو معذوروں میں شمار ہوگا لیکن ان گمراہیوں اور انحرافات کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ کسی بھی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے۔

یعنی اگر کوئی ان کا اعتقاد رکھے تو وہ بدعتی ہوگا، اور اس منہج پر دعوتی کام کرنے والا حزبی بدعتی ہوگا، کیونکہ یہ لوگ اپنے منہج سے سر موئے انحراف نہیں کرتے اس طرح بلا شبہ اس منہج پہ چلنے والے بدعتی ہیں۔

ہاں جو اس منہج کے پیروکار ہیں ان پر حجت قائم کی جائے گی، اور انکی بدعت کی نوعیت کو دیکھ کر حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ جو اسی بدعت پر قائم رہے گا وہ بلا شبہ بدعتی ہوگا اور جس پر حجت قائم نہ ہوئی ہو اسکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

(مصدر: شرح الطحاویہ، باب الاسراء والمعراج، تسجیلات المسجد النبوی، بتاریخ: ۱۴۱۳ھ)۔



* (۱۷) شیخ محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ کے فتاوے:

سید قطب اپنی شعری دیوان" الشاطی المجھول" میں ص ۱۲۳ پر کہتے ہیں:

إلى الشاطىء المجهولِ، والعالمِ الذى
حننتُ لمرآه، إلى الضفّة الأُخرى
إلى حيث لا تدرى، إلى حيث لا ترى
معالمَ للأزمان والكونِ تُستَقَرا
إلى حيثُ »لا حيثٌ« تَمِيز حدودهُ
إلى حيث ننسى الناسَ والكون والدهرا
وتشعر أنَّ »الجزءَ« و»الكلَّ« واحدٌ
وتمزج فى الحسّ البداهةَ والفِكرا
فليس هنا »أمسُ« وليس هنا »غدٌ«
ولا »اليومُ« فالأزمانُ كالحلقة الكبرى
وليس هنا »غَيرٌ« وليس هنا »أنا«
هنا الوحدةُ الكبرى التى احتجبتُ سِرّا
خلعتُ قيودى وانطلقتُ مُحلِّقاً
وبى نشوةُ الجبّار يَستلهمِ الظفرا

أُهوِّمُ في هذا الخلود وأرتقي

وأسلكُ في مسراهُ كالطيف إذ أسرى

وأكشف فيه عالماً بعد عالمٍ

عجائبَ لا زالتْ مُمنَّعةً بِكرا

لقد حجب العقلُ الذي نستشيرهُ

حقائقَ جلّتْ عن حقائقنا الصُّغرى

هنا عالمُ الأرواح فلنخلعِ الحِجا

فنغنمَ فيه الخلدَ والحبَّ والسِّحرا

نوٹ: اس شعر کے اندر وحدت الوجود اور صوفیوں کے خرافات کا ذکر ہے،

اس شعری دیوان کے مقدمہ نگار عبد الباقی محمد حسین جنہوں نے سید قطب کے شعری دیوان کو جمع کیا اور ۱۹۳۴ میں اسکی توثیق کی، کا کہنا ہے کہ آج تک مجھے سید قطب کی طرف سے کوئی ایسی تحریر یا خطاب نہیں ملا جس میں اس ادب سے براءت کا اظہار کیا گیا ہو جبکہ وہ ایسا کر سکتے تھے۔ (کتاب الحد الفاصل بین الحق والباطل، ص ۷۴)۔

شیخ جمیل زینو نے" وحدت الوجود فی الظلال" کے عنوان کے تحت کہا:

۱- میں سید قطب کی کتاب (فی ظلال القرآن) کا بڑا دلدادہ تھا، لیکن جب سورہ حدید اور سورہ

اخلاص کے اندر وحدت الوجود اور دیگر ان غلطیوں اور انحرافات کو دیکھا جو صراحت کے ساتھ عقیدہ اسلام کے خلاف تھیں جیسے کہ استواء کی کی تفسیر غلبہ اور تسلط سے کرنا جو کہ اس تفسیر کے مخالف ہے جو صحیح بخاری میں وارد ہوا ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:(هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) ترجمہ: وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۔(البقرہ: ۲۹)۔

مجاہد اور ابو العالیہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ استوی سے مراد علا وارتفع ہے یعنی وہ بلند ہوا۔(کتاب التوحید)۔

۲-اس بات کا تذکرہ میں نے سید قطب کے بھائی محمد قطب سے کیا اور کہا کہ اپنے بھائی کی کتاب پر اس جگہ ضرور تعلیق لگائیں، تو مجھ سے کہا کہ اس کلام کی ذمیداری اور بوجھ میرے بھائی کے سر ہے۔

کچھ سالوں کے بعد ایک چھاپہ خانے نے مجھ سے میری کتاب" شهادة ان لا اله الا الله محمد رسول الله" کی اشاعت کرنے کا مطالبہ کیا تو اس وقت میں نے اس کے اندر نواقض توحید میں صوفیہ کا وحدت الوجود بھی شامل کر دیا۔

مگر جب میں نے محمد قطب کی کتاب" لا اله الا الله عقیدہ وشریعہ ومنہج" پڑھی تو اس میں

انہوں نے نواقض توحید کا ذکر کیا مگر وحدت الوجود کو حذف کر دیا، میں نے فون کیا اور کہا کہ

مکتبہ الشروق سے فی ظلال القرآن کی اشاعت کے وقت نگران اس وقت آپ ہی تھے اور میں نے آپ سے تعلیق چڑھانے کا مطالبہ بھی کیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ".

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابوسعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان

ہے۔"(صحیح مسلم:۴۹)۔

اور میں نے کہا کہ آپ اپنی زبان وقلم سے اس کی اصلاح کر سکتے تھے، تو محمد قطب نے جواب دیا کہ اللہ آپ کی کوششوں پر آپ کو اجر سے نوازے، تو میں نے بھی ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر میں نے ان سے اس نسخے کا مطالبہ کیا جس پر انہیں وحدت الوجود کو لیکر تعلیق چڑھانے کی بات کہی تھی تو اس پر وہ خاموش رہے، دعا ہیکہ اللہ انہیں ہدایت کی توفیق دے۔

(اس کتاب کے جامع نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ۱۴۰۶ھ کے اندر محمد قطب کا جامعۃ الملک سعود کے اندر بچوں کے ہاسٹل میں محاضرہ تھا، اس وقت ایک طالب علم نے سوال کیا تھا کہ اپنے بھائی کی غلطیوں پر آپ کو تعلیق چڑھانا چاہیے تو انہوں نے اس پر وعدہ کیا تھا مگر آج ہم ۱۴۲۰ھ کو پار کر گئے مگر اب تک تعلیق نہیں چڑھائی ہے۔

۳- میں نے ایک بار ایک معروف عالم کی زیارت کی اور اس وقت انکے پاس عقیدہ کے ایک استاذ بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہاں پر میں نے فی ظلال القرآن کے اندر موجود وحدت الوجود کا ذکر کیا تو وہ تعجب میں پڑ گئے اور اپنی لائبریری سے کتاب کو منگوایا، اور پھر سورہ حدید کی تفسیر کو شروع سے پڑھنے لگے یہاں تک کہ جب اس عبارت پر پہونچے:

"صوفیاء نے اسی بنیادی حقیقت کبری کو لیکر خوب عقل دوڑائے اور مختلف رائے قائم کی، کسی نے کہا کہ وہ اللہ کو وجود کے اندر ہر چیز میں دیکھتا ہے، کسی نے کہا کہ وہ وجود کے پرے اسے ہر چیز میں دیکھتا ہے، کسی نے کہا کہ اس نے صرف اللہ کو دیکھا اور کسی چیز کو نہیں دیکھا، یہ سارے اقوال ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ان پر اجمالی طور پر ایک مواخذہ یہ ہوسکتا ہے کہ

انہوں نے اس میدان میں بشری زندگی کو مہمل کر دیا جبکہ اسلام کے اندر اسکا تصور پایا جاتا ہے"۔ (فی ظلال القرآن:۶/۹۷۴۳)۔

چنانچہ علمائے کرام نے سید قطب کے اس عقیدے پر اعتراض کیا اور سب نے اس بات پر موافقت ظاہر کی کہ ان کے بھائی محمد قطب اس پر تعلیق چڑھائیں۔

(مگر افسوس کہ وہ بھی اپنے بھائی کے مشن کو آگے بڑھانے میں لگے رہے اور صرف اخوانی وعدے پر سب کو تسلی دیتے رہے اور کبھی بھی اسے پورا نہیں کیا۔مترجم)۔

۴- یہ الگ بات ہے کہ سید قطب نے اپنی کتابوں میں ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو وحدت الوجود کے خلاف ہیں مگر انہوں نے صراحت کے ساتھ کہیں بھی اس عقیدے کے خلاف نہ تو لکھا ہے اور نہ ہی اس سے رجوع کیا ہے۔ہم یہی کہیں گے کہ وہ ایک بشر تھے،انہوں نے غلطی کی لیکن اب یہ ذمیداری ہم پر آتی ہے کہ ان غلطیوں کو واضح کر دیا جائے تا کہ قارئین کیلئے نصیحت اور رہنمائی کا ذریعہ بن سکے جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ ".

ترجمہ: سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم نے کہا: کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور

سب مسلمانوں کی۔" (صحیح مسلم:۵۵)۔

۵- فی ظلال القرآن کے اندر بہت ساری گمراہیاں اور غلطیاں ہیں جنہیں شیخ عبد اللہ الدویش نے اپنی کتاب" المورد الزلال فی التنبیہ علی أخطاء الظلال" کے اندر جمع کر دیا ہے، اسی طرح شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب" أضواء اسلامیہ علی عقیدۃ سید قطب وفکرہ" کے اندر جمع کیا ہے، سید قطب کے فکر وعقیدے کے بارے میں جاننے کیلئے یہ دونوں کتابیں کافی ہیں۔

کاش سید قطب کے بھائی خود جو کہ مکتبہ الشروق سے شائع ہونے والے نسخے کے نگران تھے، اس کتاب پر تعلیق چڑھا دیتے تو اچھا ہوتا مگر وعدہ کر کے یہ کام نہیں کیا، وہ ضرور اللہ کے حضور سوال کئے جائیں گے۔

(مصدر: کتاب شھادۃ ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ص ۷۰)۔



*شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ کی صدا:

شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب" الحد الفاصل بین الحق والباطل حوار" کے خاتمے میں کہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتاب" أضواء اسلامیہ علی عقیدۃ سید قطب وفکرہ" کے اندر لکھا ہے اور جو کچھ میں نے اپنی کتاب" مطاعن سید قطب فی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے اندر پیش کیا ہے، اور جو کچھ اس بحث (الحد الفاصل بین الحق والباطل) کے اندر میں نے اپنی بات رکھی ہے، اور جو کچھ شیخ عبداللہ الدویش نے اور دیگر علماء نے سید قطب کے تعلق سے لکھا ہے ان سب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سید قطب کی درج ذیل کتابوں میں:

۱-فی ظلال القرآن۔

۲-العدالۃ الاجتماعیۃ۔

۳-الخصائص۔

۴-بدعۃ (التصویر الفنی)۔

۵-المقومات۔

۶-معرکۃ الراسمالیہ والاسلام۔

۷-معالم علی الطریق۔

۸-الاسلام ومشکلات الحضارہ۔

یہ ساری کتابیں بہت ساری بدعتوں اور گمراہیاں پر مشتمل ہیں، اور یہ کتابیں نوجوانان امت

کے لئے زہر ہلاہل اور تباہی مچانے والے ہتھیاروں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں، کیونکہ ان سے عقل وعقیدہ سب تباہ ہوجاتا ہے۔کیااس سے بھی بڑی کوئی تباہی ہوسکتی ہے؟!مزید تباہی اور خرابی کچھ اس طرح ہے:

۱-صفات باری کا انکار۔(فی ظلال القرآن: ۳/ ۱۷۶۲،التصویر الفنی،ص ۸۵)۔

۲-لاالہ الااللہ کے معنی میں بگاڑ۔(فی ظلال القرآن: ۲/ ۱۰۰۵)۔

۳-توحید کی آیتوں اور رسولوں کی دعوت میں تحریف کرکے اسے سیاست میں تبدیل کردینا۔(العدالۃ الاجتماعیۃ،ص ۱۸۲)۔

۴-ایک اولو العزم رسول کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی بڑی جراءت کوئی ہوسکتی ہے۔(التصویر الفنی،ص ۲۰۰)۔

۵-اسی طرح خلیفہ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ پر طعن وتشنیع سے بھی بڑی زیادتی اور ظلم کوئی ہوسکتا ہے؟!(العدالۃ الاجتماعیۃ،ص ۱۵۹)۔

۶-وحدت الوجود پر اثبات کے طور پر کلام کرنا جو انکی کتاب فی ظلال القرآن کے اندر اسی طرح الخصائص اور المقومات کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔(فی ظلال القرآن: ۶/ ۳۴۷۹)۔

۷-امت کی تکفیر کرکے بہت سے نوجوانوں کو گمراہ کرنا کہ جنہیں کے دلوں میں امت اور اسکے علماء کے تئیں بغض وحسد پیدا ہوگیا۔(فی ظلال القرآن: ۴/ ۲۳۲۸)۔

۸-اسلامی نصوص اور اسکے قواعد میں تحریف کرکے اسے اشتراکی نظام میں بدلنا۔(العدالۃ الاجتماعیۃ،ص ۹۱)۔

۹-سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آرد یگر انبیاء کے کلام کو دوسرے ایسے انسانی کلام جیسا سمجھنا جن پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جاتا۔

ان کے علاوہ بھی اور بہت سی بدعقیدگی اور منحرف باتیں پائی جاتی ہیں جو سب سید قطب کی کتابوں میں موجود ہیں۔

میں کہنا چاہتا ہوں کہ آخران پر کوئی آواز کیوں نہیں اٹھاتا؟

اس شخص کی فکری اور عقدی انحراف اور غلطیوں پر کوئی کیوں نہیں کھل کر بولتا؟

کیونکہ ان انحرافات وضلالات کے آثار اب کھل کر سامنے آنے لگے ہیں، صرف عقل وفکر ہی پت نہیں بلکہ سلفی نوجوانوں کو بھی اسی منحرف مقصد کیلئے استعمال کیا جانے لگا ہے۔

علمائے امت! اگر آپ کو ان گمراہیوں کی حقیقت کا ادراک ہو جائے اور یہ کہ اسکے تخریبی نتائج کس طرح امت پر ظاہر ہو رہے ہیں اور انہیں تخریبی اور منحرف افکار کی وجہ سے اس وقت امت پر ساری مصیبت آئی ہوئی ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ اس پر بہت بہت آنسو بہائیں گے۔ اور یہ یقین کرلیں گے کہ اس وقت ایک بڑی زمہ داری اور واجب سید قطب کے افکار کادراسہ کرنااوران خطرات سے نوجوانوں کو بچانا بھی ہے۔

اورہمیں اس بات کا بھی ادراک ہونا چاہئے کہ اس وقت اہل بدعت اور نفس پرستوں کی طرف سے ہمارے سلفی نوجوانوں کو شکار کرنے کیلئے تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جارہے اور اس میدان میں سلفی منہج کو بچانے کیلئے جو بھی محنت کر رہے ہیں انہیں ناکام بنانے پر پورا زور صرف کر رہے ہیں۔

انکے فریبی اور مکارانہ اسالیب میں سے ایک یہ اسلوب یہ بھی ہیکہ یہ علمائے امت کی خاموشی کو بھی جاہل عوام اور بھولے نوجوانوں کے سامنے حجت بناتے ہیں کہ اگر فلاں شخص گمراہ ہوتا تو فلاں فلاں عالم اس پر ضرور کلام کرتے ۔اسکی گمراہی پر یہ علماء خاموش نہیں رہتے ۔

اسی طرح انکے خبیث اسالیب میں سے ایک یہ بھی ہیکہ یہ اپنے گمراہ ائمہ اور مرشدوں کے حق میں معتبر علماء سے کسی طرح تزکیہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،اور پھر اسی کی بنیاد پر عوام کو اور نوجوانوں کو بیوقوف بناتے ہیں کہ دیکھیں فلاں عالم نے ہمارے عالم کا تزکیہ کیا ہے ،اگر گمراہ ہوتے تو وہ تزکیہ نہیں کرسکتے تھے ۔

یہ اپنے انہیں دونوں مکارانہ اسالیب کے ذریعے اپنے گمراہ داعیوں اور مرشدوں کا دفاع کرتے ہیں اور ان کی غلطیوں کو واضح کرنے والوں کی کوششوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

اسلئے ہم ابھی پر واجب ہیکہ ہم بطور خاص انہیں دونوں اسالیب کو توڑنے کی کوشش کریں تو کافی حد تک انکی گمراہیوں سے ہمارے بچے محفوظ رہیں گے ۔

میں کمزور اور عمر دراز ہو چکا ہوں مگر میری خواہش ہیکہ نوجوانان امت کو از شخص کی فکری اور عقدی انحراف اور غلطیوں سے محفوظ کیا جائے ،اسی میں امت کیلئے بھلائی اور خیر ہے ۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ہمارے علماء اور نوجوانوں کو اس کی توفیق بخشے اور ان فریبیوں اور عقیدہ ومنہج پر ڈاکہ ڈالنے والوں سے محفوظ رکھے ،وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

(مصدر: کتاب الحد الفاصل بین الحق والباطل کا خاتمہ) ۔

حرف آخر

آخر میں ایک سائل یہ سوال کرسکتا ہے کہ آخر یہ سب کیوں؟ یہ طوفان کھڑا کیوں کیا جا رہا ہے؟
تو اس کا جواب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہت پہلے دے دیا ہے، چنانچہ آپ نے اہل بدعت اور بالخصوص اتحادیہ پر کلام کرتے ہوئے جن میں سید قطب نے موافقت کی ہے، کہا کہ وحدت الوجود جو بھی منسوب ہو یا جو بھی اس بدعت کا دفاع کرے یا اصحاب وحدت الوجود کی تعریف کرے یا انکی کتابوں کی تعریف کرے یا جو انکی مدد کرتے ہوئے پایا جائے یا جو ان پر کلام کرنے پر برا سمجھے یا جو ان اہل بدعت کیلئے معذرت کرے کہ اس طرح کی معذرت سوائے منافق اور جاہل کے کوئی نہیں کرسکتا۔

بلکہ ضروری ہیکہ ہر اس شخص کو سزا دی جائے جو ان بدعتیوں کو جانتے ہوں اور انہیں سزا دلوانے میں تعاون نہ کرتے ہوں کیونکہ انہیں سزا دینا عظیم واجبات میں سے ہے، اسلئے کہ یہ عقل و دین دونوں کو تباہ کرتے ہیں، صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء اور امراء بھی انکا شکار ہوتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۲/ ۱۳۲)۔

اسی طرح شیخ سے کچھ متعین لوگوں اور کسی خاص شخص کی غیبت کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے پہلے الدین النصیحہ والی روایت ذکر کی اسکے بعد کہا: جب نصیحت کرنا دین کے عام اور خاص تمام مصلحتوں میں واجب ہے جیسے کہ راویان حدیث کہ ان میں کون غلط ہے اور کون جھوٹ بولتا ہے، جیسا کہ یحی بن سعید القطان نے کہا کہ میں نے مالک،

ثوری، لیث بن سعد اور اوزاعی سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا حدیث میں متہم ہو یا اسے حدیث یاد نہ ہو؟ تو ان سب نے کہا کہ اس کی حالت واضح کرو۔

اسی طرح جب ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے یہ کہنا بھاری پڑتا ہے کہ فلاں فلاں ایسا ہے، تو آپ نے کہا اگر ہمیں لوگ خاموش ہو جائیں گے تو پھر جاہل لوگوں کو صحیح ضعیف کا پتہ کیسے چل سکے گا؟!

اسی طرح ایک بار امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص روزہ نماز کرتا ہے اور قیام اللیل بھی کرتا ہے آپ کے نزدیک وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اہل بدعت پر کلام کرتا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ جو نماز روزہ اور قیام اللیل کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو اہل بدعت پر کلام کرتا ہے وہ تمام مسلمانوں کیلئے کرتا ہے، اور یہ افضل ہے۔ چنانچہ دینی فساد اور بگاڑ کو ختم کرنا جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے کیونکہ یہ حربی کافر کے تسلط سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اسی لئے ضروری ہے کہ ان کے فساد کو واضح کیا جائے، اور انکی بدعت سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے گرچہ اسکے لئے انکا نام لینا پڑے اور انکی تعیین کرنا پڑے۔ بلکہ اہل بدعت پر جو کان دھرتا ہے اور ان سے باز نہیں آتا ہے اسے بھی ایکسپوز کرنا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ) ترجمہ: اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمھارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور

اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔(التوبہ:۴۷)۔

(مجموع الفتاوی:۲۸/۲۳۱)

اسی طرح ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ مروذی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ میں نے ایک کتاب عاریت میں لی ہے جس کے اندر بہت ساری خرابیاں ہیں، کیا میں اسے جلا دوں؟ کہا کہ جی ہاں، اسے جلا دو، پھر اسکے بعد ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ مقصد یہ ہیکہ وہ کتابیں جو جھوٹ اور بدعت پر مشتمل ہوا نہیں ضائع کر دینا چاہئے۔ بلکہ ایسی کتابوں کا ضائع کرنا لہو ولعب کے آلات اور شراب کے برتنوں کو ضائع کرنے کے مقابلے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اسکا نقصان ان چیزوں سے کہیں زیادہ ہے، اور ان میں کوئی ضمانت نہیں ہے جس طرح کہ شراب کے برتنوں کو توڑنے میں کوئی ضمانت نہیں ہے۔(الطرق الحکمیہ ص ۲۸۲)۔

ہمارے شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے شرح بلوغ المرام کے اندر حدیث (ان اللہ حرم بیع الخمر۔۔۔۔) کی شرح کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایسی گمراہ کن کتابیں جو بدعت اور گمراہی پر مشتمل ہوں انکا فروخت کرنا حرام ہے، الا یہ کہ اسلئے خریدے تا کہ اس کے اندر موجود بدعات کو جان سکے، پھر ان کی تردید کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ان بدعات کی جانکاری ان کتابوں کے خریدنے ہی پر موقوف ہو۔

میں نے متقدمین اور متاخرین تمام علمائے امت کے اقوال پیش کر دیئے ہیں تا کہ امت کو جہالت اور بدعقیدگی سے نکالا جائے اور جو لوگ مکر و فریب سے اس امت کو مزید جہالت اور بدعقیدگی میں ڈھکیلنا چاہ رہے ہیں انہیں ایکسپوز کیا جائے۔

اس وقت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے لئے شیخ ابن باز رحمہ اللہ اسوہ اور نمونہ ہیں انکا پیغام عبدالفتاح ابو غدہ کے تعلق سے گزر چکا ہے کہ ہر طرح آپ نے اسے سمجھایا تھا اور اسکے استاذ زاہد کوثری کو ایکسپوز کیا تھا مگر وہ باز نہیں آیا اور اپنی بدعت میں اڑا رہا اور اپنے استاذ زاہد کوثری کے بدعتی منہج کو لازم پکڑے رہا۔

چنانچہ میں بھی شیخ کے منہج پر عمل کرتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کو سید قطب جیسے منحرف لوگوں کی کتابوں سے دور رہنے کی نصیحت کرتا ھوں اور یہ کہ ایسے لوگوں سے براءت کا اظہار کیا جائے، اللہ تعالی ہم سب کو اتباع حق نیز اجتناب باطل کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے اس قول سے اپنی بات ختم کروں گا کہ ایک بار آپ سے پوچھا گیا کہ جو اہل بدعت کی تعریف کرتا ہے کیا اسکا بھی حشر انہیں کے ساتھ ہوگا؟

اس پر شیخ نے جواب دیا کہ جی ہاں، بالکل، اس میں کوئی شک نہیں ہے، ایسے لوگوں سے اللہ بچائے۔ (فضل الاسلام للشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، پر تعلیق چڑھاتے ہوئے، کیسٹ)۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو دین حق پر قائم رکھے، نیکی اور تقوی کی بنیاد پر ایک دوسرے کا تعاون بنائے، نیک عمل اور علم نافع کی توفیق عطا فرمائے وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

عصام بن عبداللہ السنانی

عنیزہ، صفر، ۱۴۲۰ھ

خاتمہ

دونوں منہج ایک ساتھ کبھی نہیں مل سکتے:

پہلا: سلفی منہج:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ الجزائر کے ایک داعی نے میرے بارے میں کہا کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ پولیس پر حملہ کرتے ہیں اور دعوت کے میدان میں اسلحہ استعمال کرتے ہیں، تو یہ غلط ہے، صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ جھوٹ ہے، دعوت کا کام بہتر اسلوب سے انجام دیا جاتا ہے، اللہ اور اسکے رسول کے اقوال کی روشنی میں، وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب کے ساتھ دعوت کا کام کیا جاتا ہے، جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کیا تھا جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی طاقت اور اقتدار نہیں تھا، لوگوں کو اسلحہ لیکر دعوت نہیں دیتے تھے، بلکہ قرآنی آیات، اچھے کلام اور بہتر اسلوب کے ساتھ دعوت کا کام کرتے تھے، کیونکہ یہ قبول حق اور اصلاح کے زیادہ قریب ہے۔

اور جہاں تک قتل وخونریزی اور مار پیٹ کے ذریعے اور زور زبردستی کے ساتھ دعوت کا کام کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی کبھی سنت رہی ہے، بلکہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں پر اللہ نے آپ کو طاقت دی اور جہاد کو مشروع قرار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر حدود کو قائم کیا اور مشرکین سے جہاد کیا۔

اسی طرح شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی طرف جب انہیں میں سے کسی نے یہ منسوب کیا کہ آپ الجزائر کے اندر قطبی منہج کے نافذ کرنے کی وکالت کرتے ہیں تو آپ نے کہا کہ اگر آپ اس داعی کو جانتے ہو تو اس کے پاس جا کر اللہ کا یہ قول پڑھ دو: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچادو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ (الحجرات: ٦)۔

اور درج ذیل یہ حدیث بھی:

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ، أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

ترجمہ: ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کافی ہے آدمی کو اتنا جھوٹ کہ کہہ ڈالے جو بات سنے۔ (صحیح مسلم: ۵)۔

اور آپ نے الجزائر کے حکمرانوں کے پاس خط لکھ کر کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے توحید کی دعوت دی ہے، طواغیت (غیر اللہ) کی عبادت سے ڈرایا ہے، اور جو ایمان لاتے ان کی شرعی اصولوں پر تربیت فرماتے تھے، یہاں تک کہ وہ ایک جسم کے مانند ہو گئے کہ اگر اس کا کوئی ایک بھی عضو بیمار ہو جائے تو پورا بدن تکلیف میں ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے۔ اسی لیے ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا یا خود کو

ہلاکت میں ڈالتا سوائے چند نادر واقعات کے۔ اسلئے اگر کوئی اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ فکری بنیادوں پر گروہ بندی نہ کرے اور نہ ہی اسکی اجازت دے جس طرح کہ آج کل معروف حزبیوں کا طریقہ ہے، بلکہ ضروری ہے کہ سب کو ایک ہی فکر وعقیدہ اور اسلامی مفاہیم کے مطابق لیکر چلا جائے، جو منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت کی روشنی میں متحد ہوں۔

جزائر کے انہیں واقعات کے تناظر میں شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ الجزائر کے اندر قائم نظام کے خلاف مزاحمت جاری رکھی جائے؟

تو اس پر شیخ نے جواب دیا کہ اس تعلق سے ہم نے کچھ نہیں کہا ہے۔

سائل نے کہا: موجودہ سنگین حالات کے پیش نظر کیا بلاد کفر کی طرف ہجرت کرنا درست ہے؟

شیخ نے کہا: پہلے صبر کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ اسلامی ملک ہے وہاں پانچ اوقات نماز کیلئے بلایا جاتا ہے، جمعہ جماعات قائم کی جاتی ہیں، چنانچہ صبر کریں یہاں تک کہ اللہ کوئی سبیل پیدا فرما دے گا۔

(مصدر: مدارک النظر فی السیاسہ، ص ۳۰۲)۔

دوسرا: قطبی منہج:

سید قطب نے اپنی کتاب فی ظلال القرآن (۲/ ۱۰۵۷) کے اندر کہا: (استدار الزمان كهيئته يوم جاء هذا الدين إلى البشرية بلا إله إلا الله، ارتدت البشرية إلى عبادة العباد وإلى جور الأديان؛ ونكصت عن لا إله إلا الله، وإن ظل فريق منها يردد على المآذن: لا إله إلا الله).(في ظلال القرآن: ۴/

۲۰۰۹- دارالشروق).ترجمہ:"زمانہ بلکل اپنی اس شکل پر گھوم چکا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جب یہ دین"لاالہ الااللہ" لے کرآیا،آج انسانیت بندوں کی عبادت اورظالمانہ ادیان کی طرف مرتد ہو چکی ہے،اور"لاالہ الااللہ" سے پلٹ چکی ہے،اگرچہ بعض لوگ اب بھی میناروں پر"لاالہ الااللہ" دہرارہے ہیں۔۔۔"

اسی دوسری جگہ لکھا:(ليس على وجه الأرض اليوم دولة مسلمة ولا مجتمع مسلم، قاعدة التعامل فيه هي شريعة الله والفقه الإسلامي).(في ظلال القرآن: ۴ / ۲۱۲۲- دار الشروق) ترجمہ:"آج روئے زمین پر کوئی ایسی مسلمان حکومت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا مسلم معاشرہ ہے جس میں معاملات کی بنیاد شریعت الہیہ اور اسلامی فقہ پر رکھی گئی ہو"۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ لکھا:(شاید مذکورہ امور سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ اسلام کے اندر جہاد کا مقصد ان نظاموں کی بنیادوں کو منہدم کر دینا ہے جو اسکے مخالف ہیں اور انکی جگہ ایسا نظام قائم کرنا ہے جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہو، اور یہ انقلاب عام کی مہم کسی ایک خطے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پوری روئے زمین پر انقلاب برپا کرنا مقصود ہے یہی اسلام کا اعلیٰ نصب العین ہے، اور مسلمانوں کیلئے یا اسلامی جماعتوں کیلئے اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں اپنے اپنے ملک میں وہاں کے نظام حکومت کو اکھاڑ پھینکیں۔(في ظلال القرآن: ۳ / ۱۴۵۱- دارالشروق)۔

وسبحانک اللھم وبحمدک أشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔

فہرست موضوعات

تمت بالخیر

